SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, April 12, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at forty eight minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ
ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلْهَوَىٰٓ
أَن تَعْدِلُوا۟ ۚ وَإِن تَلْوُۥٓا۟ أَوْ تُعْرِضُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے (محض) اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ (گواہی) خود تمہارے اپنے یا (تمہارے) والدین یا (تمہارے) رشتہ داروں کے ہی خلاف ہو، اگرچہ (جس کے خلاف گواہی ہو) مالدار ہے یا محتاج، اللہ ان دونوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے۔ سو تم خواہش نفس کی پیروی نہ کیا کرو کہ عدل سے ہٹ جاؤ (گے) اور اگر تم (گواہی میں) پیچدار بات کروگے یا (حق سے) پہلو تہی کروگے تو بیشک اللہ ان سب کاموں سے جو تم کر رہے ہو خبر دار ہے۔

(سورۃُ النساء آیت 135)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر محمد طلحہ محمود: جناب چیئرمین! اس وقت ایبٹ آباد میں جو سلسلہ چل رہا ہے، آپ مجھے دو منٹ دے دیں، دس ہلاکتیں ہو چکی ہیں، بہت سے لوگ زخمی ہو چکے ہیں----

جناب چیئرمین: طلحہ صاحب ایک منٹ، شاہ صاحب ایک منٹ کے لیے بیٹھ جائیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ڈار صاحب ذرا آپ انہیں سمجھائیں، شاہ صاحب کو بتائیں---

(مداخلت)

جناب چیئرمین: چلیں پہلے دعا کروا لیتے ہیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! دعا بھی کر لیتے ہیں----

جناب چیئرمین: پہلے دعا کر لیتے ہیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: ٹھیک ہے پہلے دعا کر لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: خالد سومرو صاحب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

سینیٹر خالد محمود سومرو: جناب چیئرمین! سعید احمد جلال پوری اور دوسرے لوگوں کو شہید کیا گیا ہے، ان کے لیے بھی دعا کی جائے۔

جناب چیئرمین: جی مولانا حیدری صاحب سب کے لیے دعا کی جائے۔

(اس موقع پر سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری صاحب نے دعا کرائی)

جناب چیئرمین: شاہ صاحب ایک منٹ بیٹھ جائیں، میں آپ کو Point of Order پر بات کرنے کا موقع دوں گا۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: چلیں شاہ صاحب کو بولنے دیں۔ جی شاہ صاحب بولیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! آپ کی بہت مہربانی---

(مداخلت)

جناب چیئرمین: شاہ صاحب please آپ ایک منٹ کے لیے بیٹھ جائیں، I request you to please sit down. طلحہ صاحب آپ بھی please بیٹھ جائیں۔ مجھے علم ہے، I request you to sit down.

(مداخلت)

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! وہاں پر گولی چلی ہے، اس پر میرا Adjournment Motion ہے، میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں، Rule 76 کے حوالے سے کہ recitation کے بعد اور کوئی کام نہیں ہو سکتا ماسوائے Adjournment Motion کے اور آپ سن ہی نہیں رہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب ایک منٹ ٹھہریے تو سہی۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: آپ اجازت دیں گے تو ہم بات کریں گے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب چیئرمین! اس پر میری گزارش یہ ہے کہ House Business Advisory Committee میں آج جو decision ہوا ہے، وہاں پر Parliamentary Parties کے leaders موجود تھے، میں سمجھتا ہوں کہ ان کو اپنے پارٹی کے ممبران کو convey کرنا چاہیے تھا۔ ایبٹ آباد کے اس معاملے پر یہ طے ہوا تھا کہ Point of Order raise ہو گا اور ہر Parliamentary Leader اس پر گفتگو کرے گا۔ یہ already decided matter ہے، شاہ صاحب جس معاملے پر بات کرنا چاہتے ہیں، اسحاق ڈار صاحب اور راجہ ظفر الحق بھی اس Committee meeting میں موجود تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو decision House Business Advisory Committee میں ہوا ہے، ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے اور اس کے مطابق House کی proceedings کو proceed کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: پروفیسر غفور حیدری صاحب بھی موجود تھے۔ جی اب آپ فرمائیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! آپ کے فیصلے کے سامنے بھی سر تسلیم خم اور اپنی House Business Advisory Committee کے فیصلے کے آگے بھی سر تسلیم خم۔ اپنے طور پر وہ بالکل ٹھیک ہیں لیکن ہمیں کسی نے کچھ بھی نہیں بتایا کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ آپ کے leaders کا فرض تھا کہ وہ آپ تمام کو بتاتے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب والا! ٹھیک ہے وہ بات سمجھ میں آگئی ہے۔ میں تو Rules کی بات کر رہا ہوں، میں نے Adjournment Motion پیش کیا ہے، آدھے سے زیادہ صوبہ جل گیا ہے، Rule 76 کا proviso پڑھ لیں کہ recitation کے بعد سب سے پہلے Adjournment Motion لیا جائے گا۔ مجھے کسی اہلکار نے بتایا ہے کہ یہ صوبائی معاملہ ہے، یہ صوبائی معاملہ نہیں ہے۔ اسلام آباد میں بیٹھ کر اگر کسی حرکت پر، وہ حرکت اچھی ہے یا بری ہے وہ الگ بات ہے، آدھے سے زیادہ صوبہ جل گیا ہے، وہاں پر لوگ مر گئے ہیں، تھانے جل گئے ہیں، administration collapse کر گئی ہے۔ ہمارے ہمسائے ملک چین جانے والا ایک ہی راستہ ہے وہ block ہو گیا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اس پر بات نہ کی جائے۔ آپ کسی بند کمرے میں بات کر کے آگئے ہیں، وہ بھی ہمارے سر آنکھوں پر لیکن سینیٹ میں بات کی جائے گی، اس ایوان بالا میں بات کی جائے گی، ہمیں بے شک پارلیمانی پارٹی اگر پارٹی سے نکالنا چاہے، I am ready to give them resignation یہ کیا بات ہے۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: یہ کیا بات ہے کہ آپ نے تمام ممبران کا گلا دبا دیا ہے۔ یہ بات اس طرح نہیں چلے گی۔ آپ پہلے میرے Adjournment Motion کے بارے میں فیصلہ کریں۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے، طلحہ صاحب بھی بولنا چاہتے ہیں، جی طلحہ صاحب۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: جناب چیئرمین! ایبٹ آباد میں اس وقت تک دس سے زیادہ ہلاکتیں ہو چکی ہیں، سو سے زیادہ لوگ زخمی ہو چکے ہیں، پولیس direct firing کر رہی ہے۔ اس وقت آپ کا صوبہ آگ میں جل رہا ہے، میں شاہ صاحب سے بالکل متفق ہوں جس طرح انہوں نے کہا ہے کہ وہ علاقہ بہت اہم ہے، شاہراہ ریشم ادھر واقع ہے، آپ کو بجلی وہاں سے provide ہوتی ہے، آپ کو وہاں سے revenue مل رہا ہے۔ اس کے باوجود اگر آپ اس علاقے کو نظر انداز کریں گے تو آپ لاکھوں، کروڑوں لوگوں کی نمائندگی کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہاں پر اب علیحدہ صوبے کا نعرہ لگ رہا ہے، ہمیں اس تحریک کو روکنا ہے، ہمیں پاکستان کو divide ہونے سے روکنا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ انہیں کہیں کہ یہ اس نام پر ایک کمیٹی بنائیں، یہ نام اتنا بڑا issue نہیں ہے، پختون ہمارے بھائی ہیں، ہم سب نے مل جل کر اس مسئلے کو حل کرنا ہے۔ ہر مسئلے کا حل dialogue ہے، افہام و تفہیم

ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس طرف جائیں گے تو یہ مسئلہ حل ہو گا لیکن اگر آپ نے اس پر سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کیا تو میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ ایک بہت بڑی تحریک اٹھے گی اور یہ پورا علاقہ اس میں جلے گا۔ مہربانی فرمائیں اس مسئلے پر سنجیدگی اختیار کریں، اس کو نظر انداز نہ کریں۔

جناب چیئرمین: جی ,O.K. Thank you وسیم سجاد صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد (قائد حزب اختلاف): جناب والا! میں بھی اپنے بھائی سینیٹرز کی تائید کرتا ہوں جنہوں نے یہ بات کی ہے۔ ہم سب کو اس چیز کا احساس ہے۔ آج House Business Advisory Committee کی meeting میں ہم نے آپ سے یہ استدعا کی تھی کہ گو یہ اٹھارہویں ترمیم کا Bill بہت اہم ہے، اس کو آنا چاہیے لیکن اس سے پہلے اس وقت سارے صوبے میں جو آگ لگی ہوئی ہے اور ایبٹ آباد میں تو لوگ شہید ہوگئے ہیں، سو سے زیادہ زخمی ہیں۔ اس وقت کی اطلاعات ہیں کہ سات یا آٹھ افراد شہید ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مانسہرہ، ہری پور، ڈیرہ اسمٰعیل خان ہر جگہ احتجاج ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم عوامی نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جمہوریت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہم اس آگ کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔ وہاں پر اس وقت خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں، وہاں پر لوگ مارے جا رہے ہیں، بندوقیں چل رہی ہیں اور اگر آپ ٹی وی پر دیکھیں تو لوگوں کو گھروں سے گھسیٹ کر سڑکوں پر لا کر ٹھڈے مارے جا رہے ہیں، ان کو بٹ مارے جا رہے ہیں۔ جناب یہ کونسی جمہوریت ہے؟ کیا ہو گیا ہے ہمارے پاکستان کو؟ صرف ایک نام کی خاطر، میں استدعا کرتا ہوں PML(N) کو، اے این پی کو کہ وہ اس پر دوبارہ غور کریں، مہربانی کر کے دوبارہ غور کریں۔ اس کو دیکھیں کہ اس وقت یہ issue ہے۔ اس وقت پاکستان کا صوبہ سرحد already جنگ کی حالت میں ہے۔ وہاں پر لوگوں کو اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے، اتحاد کی ضرورت ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ اس پر ایسے action لیں جبکہ سارے معاملے پر اتفاق ہو چکا ہے۔ اس معاملے کے لیے ہم ملک کو divide کریں، تقسیم کریں، ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کریں۔ یہ وہ موقع نہیں ہے جناب والا۔ میں درخواست کرتا ہوں، ہاتھ جوڑ کے اپنے بھائیوں سے کہ مہربانی کر کے اس پر نظر ثانی کیجئے۔

جناب چیئرمین: جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب میری ایک گزارش ہے، we have no objection. جو طے ہوا ہے، پارلیمانی پارٹی لیڈر جو بات کرنا چاہتے ہیں ایبٹ آباد ایشو پر

government would like that it should be discussed on the floor of the House. One should not be in haste. جناب ہم تو بات کرنا چاہتے ہیں اس پر۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب ایک منٹ let emotions be controlled. Shah Sahib is inviting our attention towards Rule-76. ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے آج Adjournment Motion دیا ہے۔ کوئی Adjournment Motion آیا ہے جناب؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: Adjournment Motion میرا بھی آیا ہے۔ چیک کر لیں۔ Adjournment Motion ہمارا بھی آیا ہے ان کا بھی آیا ہو گا ضرور۔

جناب چیئرمین: دیکھئے بات سنئے۔ Adjournment Motion شاہ صاحب آپ کا بھی آیا ہے۔ ہم نے Advisory Committee میں decide کیا تھا کہ اس پر بحث ہو گی تو اس پر بحث کر لیتے ہیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب والا! آپ تحریک التواء کو as an Adjourn Motion admit کریں، اس پر debate کریں اور باقی business close کریں۔ دو سال تک اگر اٹھارھویں ترمیم نہیں ہوئی، کوئی بات نہیں ہو جائے گی، نہیں بھاگی جا رہی ہے کہیں۔ پہلے اس پر توجہ دیں۔

جناب چیئرمین: پہلے میں Adjournment Motion کو تو دیکھوں کہ Adjournment Motion کہاں پر ہے۔

Let me have a look, let me see the Adjournment Motion.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: تحریک التواء میری بھی ہے۔

سینیٹر وسیم سجاد: ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ discuss کرنا ہے۔

جناب چیئرمین: جی پروفیسر صاحب start کریں، بسم اللہ، پروفیسر صاحب، ٹھیک ہے جی؟

Adjournment Motion: Highly Volatile Situation in Abbottabad

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔
جناب چیئرمین، بہت دکھی دل کے ساتھ میں اور میرے تمام ساتھی آپ کی توجہ، اس ایوان کی توجہ، حکومت کی توجہ اور پوری قوم کی توجہ اس صورت حال کی طرف دلانا چاہتے ہیں جو اس وقت صوبہ سرحد جس کا نیا نام خیبر پختون خوا اٹھارھویں ترمیم میں تجویز کیا گیا ہے اور ابھی وہ منظور نہیں ہوا۔ ابھی صرف اسمبلی نے بل پاس کیا ہے اور اس ایوان میں آج آنے والا ہے لیکن جو ردعمل رونما ہوا ہے وہ فوری توجہ کا مستحق ہے میں دردمندی کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ جو عناصر اسے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں وہ اپنے اس ملک کے ساتھ کوئی خیر خواہی نہیں کر رہے ہیں۔ ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں، بھنگڑے ڈالے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف شدید اختلاف کیا جا رہا ہے اور اس پر پورے ملک کی فضا اس درجہ مسموم ہو گئی ہے کہ جو عظیم خدمت دستور میں بنیادی تبدیلیوں، اس کے بنیادی character کی حفاظت کرتے ہوئے ان تمام بےاعتدالیوں اور irritants کو نکالنے کے لیے کی گئی ہے اور جس پر بڑی محنت صرف کی گئی ہے، وہ کھٹائی میں پڑتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ اس معاملے میں سیاسی رائے کا اظہار ہر ایک کا حق ہے اور اتفاق اور اختلاف دونوں چیزیں جمہوریت کا حصہ ہیں لیکن اسے پرامن طریقے سے، سیاسی زبان میں اور افہام و تفہیم کی شکل میں ہونا چاہیے۔ جو واقعات پچھلے دس دن میں رونما ہوئے ہیں وہ تشویش کے لیے کافی تھے لیکن آج جو شکل بنی وہ alarming ہے۔ جس طرح آج پولیس نے firing کی ہے، سات سے دس افراد شہید ہو چکے ہیں، سو سے زیادہ گرفتار کیے گئے ہیں اور ٹی وی پر جو منظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اس میں سکول کے بچوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر مارا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ ہماری قوم ہے، یہ ہمارے بچے ہیں۔ ان کے ساتھ یہ سلوک اور وہ بھی ایک سیاسی حکومت کی طرف سے، میں سمجھتا ہوں یہ ناقابل برداشت ہے۔ اس کی ہم بھرپور مذمت کرتے ہیں اور یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ سیاسی مسائل کا سیاسی حل ہونا چاہیے۔ سیاسی تحریکوں کو قوت سے ختم کرنے کی کوشش نہ ماضی میں کامیاب ہوئی ہے اور نہ آج ہو سکتی ہے۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ قوت کا استعمال خواہ وہ سٹریٹ سے ہو یا سٹیٹ سے، خواہ وہ عوام کی طرف سے ہو یا حکومت کی طرف سے ہو، غلط ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ

یہ ایوان فوری طور پر اس مسئلے کا نوٹس لے۔ میں اس سلسلے میں چار تجاویز دینا چاہتا ہوں پوری دلسوزی کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ، پہلی چیز یہ ہے کہ فی الفور اس ڈی آئی جی کو جس کے حکم سے گولیاں برسائی گئی ہیں، جس کی آواز ٹی وی پر تمام دنیا نے سنی، suspend کر کے یہ کارروائی ختم کی جائے۔ Judicial enquiry فوری طور پر شروع کی جائے اور پولیس کو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ قوت کا استعمال ختم کرے۔ جو بھی احتجاج سیاسی ہے اس کو ہونے دیجئے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ تھانے پر حملہ کیا گیا۔ اگر کیا تو اس کو بھی روکنے کے ذرائع دوسرے ہیں لیکن جس طرح گولیوں کا استعمال کیا گیا ہے یہ ناقابل برداشت ہے۔

پہلی چیز ہے کہ یہ عمل فوری طور پر رکے اور اس کے ساتھ ساتھ judicial inquiry بلا تاخیر کی جائے۔ نمبر دو، سیاسی قوتوں کو متحرک کیا جائے اور میں مطالبہ کرتا ہوں کہ Prime Minister Sahib کو اگر اپنا دورہ مختصر کرے جلدی واپس آنا پڑے تو وہ آئیں اور party heads کی meeting بلائیں اور party heads بیٹھ کر اس مسئلے کا حل نکالیں جیسا کہ اس ایوان کے معزز ارکان نے کہا، میری سوچ بھی یہی ہے کہ کمیٹی نے جو بات بھی طے کی ہے وہ اس نے دیانتداری سے طے کی ہے۔ ہم سے غلطی ہو سکتی ہے، ہم انسان ہیں۔ عوام کے جذبات اہم ہیں۔ ہمیں ان کو لازماً زیر غور لانا پڑے گا لیکن مسئلے کا حل مذاکرات سے ہونا ہے، افہام تفہیم سے ہونا ہے اور اگر نام میں کسی re-thinking کی بھی ضرورت ہے وہ بھی کی جا سکتی ہے لیکن یہ یاد رکھئے کہ کہیں ایک جگہ آگ بجھانے کے لیے دوسری جگہ آگ نہ لگائیں اس لیے کہ یہ نازک معاملہ ہے۔ اس میں سب کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہو گا اور بیٹھ کر کوئی راستہ نکالنا ہو گا۔ اس لیے میری دوسری تجویز یہ ہے کہ جتنی جلد ہو سکے All Parties Meeting بلائی جائے۔ میں اس کے حق میں نہیں ہوں کہ یہ مسئلہ صرف Constitutional Committee پر چھوڑ دیا جائے۔ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ party heads کا ملنا ضروری ہے اور Government کو اس معاملے میں فوری اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔ تیسری بات، میں بڑے ادب سے اپنے ساتھیوں اور سیاسی قوتوں سے اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ جو اس تحریک کو چلا رہے ہیں کہ تحریک چلانا، اپنے خیالات کا اظہار کرنا آپ کا حق ہے لیکن جس جگہ بات پہنچ گئی ہے کیا وقت نہیں ہے کہ ہم سیاسی understanding پیدا کرنے کے لیے ایک قسم کا ceasefire کریں۔ نہ حکومت قوت استعمال کرے، نہ عوام ایسی کوئی چیز کریں اور سیاسی راستے کو اختیار کرنے کی کوشش کی جائے۔ چوتھی تجویز میری جناب والا! اس واقعے کا قرار واقعی نوٹس لینے کے ساتھ ساتھ، اس کی اصلاح کی

تدبیر کرنے کے ساتھ اور اس پر لوگوں کے جذبات کو سامنے رکھ کر نام کی جو اہمیت ہے ہم اس کے قائل ہیں لیکن نام کی خاطر اگر جانیں جانے لگیں تو یہ صحیح بات نہیں ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اس مسئلے کا حل نکالیں۔ ساتھ ہی میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ 18th Constitutional Bill کو موخر نہ کیا جائے اور ہم ایسی فضا بنائیں کہ جس میں ہم آگے بڑھیں۔ ایک سو دو سفارشات ہیں۔ صرف ایک کی خاطر باقی سب کو موخر کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اس لیے میری چوتھی تجویز یہ ہوگی کہ یہ ہاؤس maturity کا ثبوت دیتے ہوئے، ملک کی سیاسی قیادت maturity کا ثبوت دیتے ہوئے ، میں سب کو کہتا ہوں چاہے وہ 'ق' ہو یا 'ن' ہو یا ANP ہو، JUI ہو، جماعت اسلامی ہو جو بھی پارٹی ہو، کہ ہم اس کا حل نکالیں گے، سیاسی حل نکالیں گے۔ سٹریٹ پر فیصلہ نہیں ہوگا، گولی سے فیصلہ نہیں ہوگا لیکن ہم آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ جناب والا! میری یہ چند گزارشات تھیں، شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی ظفر علی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ میں آپ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی، آپ نے adjournment motion کو admit کیا۔ جناب! آئین میں ترامیم بھی ہوتی رہتی ہیں، آئندہ بھی ہوتی رہیں گی۔ سیاسی معاملات کبھی اوپر، کبھی نیچے، کبھی گرم، کبھی سرد ہوتے رہتے ہیں لیکن وہ صوبہ جس کا نام ہم ابھی تبدیل کرنے جا رہے ہیں، وہ صوبہ پچھلے آٹھ، نو سال سے کسی بین الاقوامی سازش کا شکار ہے اور آگ میں جل رہا ہے۔ جناب چیئرمین! اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو اس صوبے کا واحد یہ ایک corner تھا جس کو ہم ہزارہ کہتے ہیں، یہ ریکارڈ کی بات ہے، میری وزیر داخلہ ملک رحمٰن صاحب درستگی کریں گے اگر میں غلط ہوں کہ وہ ایک corner ہے جہاں پر میری ناقص یادداشت کے مطابق کبھی، کسی جگہ پر، کوئی cracker بھی نہیں پھٹا، جب کہ باقی صوبہ پہلے ہی بموں، راکٹوں اور آگ کی لپیٹ میں ہے لیکن آج بد قسمتی سے وہاں یہ ہو رہا ہے۔ کیا یہ بد قسمتی ہے یا bad management ہے یا political conspiracy ہے، کوئی International conspiracy ہے؟ وہ صوبہ جو نو، دس سال سے war against terrorism کی لپیٹ میں ہے لیکن اس حصے میں کبھی ماچس تک نہیں جلی لیکن وہاں صرف آج کے دن سات بے گناہ جانیں ضائع ہوئیں۔ مجھے اس administration سے کوئی پرخاش نہیں ہے، میں وہاں کسی عہدے کا امیدوار نہیں ہوں لیکن وہ administration جس کو اللہ تعالیٰ نے سات سال کے بعد جس

طریقے سے بھی اگر ان کی خواہشات پوری ہوئی ہیں تو ان خواہشات کا یہ صلہ دیا جا رہا ہے۔ کیا کبھی ایسی democratic agitations نہیں ہوئیں، ANP بہت بڑی جماعت ہے جو ہمیشہ agitation اور جدوجہد کرتی رہی ہے، آج اگر ہزارہ کے لوگ abruptly reaction کے طور پر گھروں سے باہر آ گئے ہیں تو کیا وہاں کی حکومت کو ایسا کرنے کا حق تھا؟

جناب چیئرمین! اس بات کا برا نہ منانا کہ آج سے دو سال پہلے I again with due respect to the President of Pakistan and Pakistan Peoples Party and the Prime Minister of Pakistan میں یہ اس دن کی بات کر رہا ہوں جس دن آج کی سنٹر میں بیٹھی ہوئی ruling party نے بغیر amendment کے ایک صوبے کو پختونخوا کا نام دے کر پکارنا شروع کر دیا۔ اگر کسی ملک کا President or the Prime Minister or the Member of the Parliament اپنے آئین کی توہین اس انداز سے کرے گا تو جناب چیئرمین! پھر آگ لگتی ہے، پھر بازار جلتے ہیں، roads بند ہو جاتی ہیں، احتجاج ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو اس بات کی اہمیت بتاتا ہوں بلکہ یہ آئین بتائے گا۔ ہم جب اس clause پر آئیں گے تو میں پھر اس پر تفصیلی بات کروں گا۔ جناب! ہم amendment کرنے جا رہے ہیں لیکن آپ ذرا Article 239 کی clause 4 پڑھیں، پاکستان کے صوبوں کی جغرافیائی حیثیت کی کتنی اہمیت ہے، اس کے باوجود ہمارے 342 بھائیوں نے آنکھیں بند کر کے بل پاس کر کے یہاں بھیج دیا ہے۔ "A Bill to amend the Constitution would have the affect of altering the limits of a Province..." جناب! آپ practicing lawyer ہیں آپ جانتے ہیں کہ آئین سے زیادہ sensitive کوئی اور چیز نہیں ہوتی، وہ آپ کی توجہ دلا رہا ہے کہ وہ amendment جو کسی صوبے کی alteration کو affect کرے گی تو چیئرمین سینیٹ، سپیکر قومی اسمبلی کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس بل کو قطع نظر اس کے کہ وہ 2/3rd majority or absolute majority سے پاس ہو جائے تو وہ President کے دستخط کے لیے نہیں بھیجے گا، اس بات کی پابندی ہے until and unless اس صوبے کی 2/3rd majority آپ کے اس بل کی حمایت نہ کر رہی ہو۔ جناب چیئرمین! ہم اس طریقے سے آنکھیں بند کر کے ہر چیز کو bulldoze کریں گے تو کیا یہ آئین کی خدمت ہو رہی ہے؟ یہ جمہوریت کی خدمت ہو رہی ہے؟ یہ اس ملک کی خدمت ہو رہی ہے؟ جناب چیئرمین! میں پروفیسر صاحب کی اس بات سے

اتفاق کرتا ہوں کہ ہمارا افسوس سے دل جل رہا ہے، ہمیں ان بے گناہ لوگوں سے ہمدردی ہے، میں اس Government and administration کی مذمت کرتا ہوں، ایک سو آدمیوں کو bullet injury ہے اور جو شہید ہوگئے ہیں وہ الگ بات ہے۔

جناب! ایبٹ آباد ہزارہ کوئی ڈھکی چھپی کا نام نہیں ہے، کسی ایک سڑک کا نام نہیں ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جو جغرافیائی لحاظ سے پاکستان کا بڑا sensitive علاقہ ہے جس سے ایک ہی راستہ ہمارے دوست ملک چین کو جاتا ہے۔ میں اسے کیا سمجھوں کہ آیا یہ کوئی international intrigue ہو رہی ہے اور یہ دو ملکوں کے راستے کو بند کیا جا رہا ہے۔ وہاں پر چھاؤنی ہے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس جگہ پر کبھی cracker تک نہیں پھٹا اور آج وہاں صرف نام کے اوپر اتنا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ اب یہ اس پارلیمان کا کام ہے کہ وہ اس مسئلے کا حل نکالیں، جلدی نہ کریں۔ آپ کا شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت ٹائم ہے، ہر ایک کو موقع ملے گا۔ جی وسیم سجاد صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں اور میں Business Advisory Committee کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے آج اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر جب کہ ہزارہ میں لوگ شہید ہو رہے ہیں اور سو سے زیادہ زخمی ہو چکے ہیں یہ فیصلہ کیا کہ ہم 18th Amendment کو بعد میں لیں گے اور پہلے ہزارہ کے مسئلے پر بحث کی جائے گی۔ جناب! جو لوگ ضلع ہزارہ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ضلع ہزارہ کے لوگ بہت وسیع قلب رکھتے ہیں، بڑی محبت کرنے والے لوگ ہیں، انہوں نے ہمیشہ اپنا جمہوری حق استعمال کرتے ہوئے پاکستان کے لیے جدوجہد کی۔ جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ 1947 میں جب پاکستان کے ساتھ صوبہ سرحد کے ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ تھا تو وہاں پر یہ کیفیت تھی کہ ہر بچہ، ہر بزرگ، ہر خاتون، ہر نوجوان مسلم لیگ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا، وہ پاکستان کے جذبے سے سرشار تھے۔ انہوں نے ووٹ کے ذریعے اس اہم خطے کو پاکستان کا حصہ بنایا۔ آپ اس کی اہمیت دیکھیں، ایک طرف تو چین کے ساتھ اس کی سرحد ہے اور دوسری طرف کشمیر کے ساتھ اس کی سرحد ہے۔ اگر آج صوبہ سرحد کا یہ حصہ پاکستان کا حصہ نہ ہوتا تو ہمارا کشمیر کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا، نہ ہی ہمارا چین کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا۔ چند دنوں سے یہ لوگ جو تشدد پر یقین نہیں رکھتے وہ پرامن احتجاج کر رہے تھے۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ پاکستان کی پارلیمنٹ ان کے اس حق کو سلب کر لے گی۔ وہ پاکستان کے حامی، وہ پاکستان کی محبت کے جذبے سے سرشار، ان سے پوچھا بھی نہیں جائے گا اور ان کا

نام تبدیل کر دیا جائے گا۔ ہم نے شروع میں کہا تھا کہ نام کی تبدیلی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، نہ ہی پختون یا non پختون کا کوئی مسئلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کونسا ایسا نام ہونا چاہیے جو سب کو قابل قبول ہو گا۔ کل چوہدری شجاعت صاحب اور میں وہاں پر گئے تھے۔ ہم نے وہاں پر وہی جذبہ دیکھا جو ریفرنڈم کے وقت تھا۔ لوگ پریشان تھے، ہیجانی کیفیت تھی اور وہ ہماری منتیں کر رہے تھے کہ اب یہ بل آپ کے پاس آئے گا مہربانی کرکے کوئی طریقہ استعمال کریں کہ یہ نام، کوئی ایسا نام ہو جو صوبہ سرحد کے تمام، میں صرف ہزارہ کی بات نہیں کر رہا، احتجاج نہ صرف ہزارہ میں ہو رہا ہے، ہری پور میں ہو رہا ہے، ڈی آئی خان میں ہو رہا ہے، نوشہرہ، کل پشاور میں بھی ایک ریلی نکالی گئی ہے۔ ایسا کوئی نام ہو جو تمام کے لیے قابل قبول ہو اور وہ تمام لوگوں کی امنگوں کی عکاسی کرتا ہو۔ لیکن پتا نہیں کیا وجوہات تھیں کہ آج وہاں پر دفعہ 144 نافذ کر دی گئی، پولیس دوسری جگہوں سے منگوائی گئی، جو حالات آج ہم نے ٹی وی پر دیکھے ہیں یہ بربریت میں نے پاکستان میں پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ جناب والا! نوجوانوں کو اپنے گھروں سے گھسیٹ کر، ان کو ٹانگوں سے گھسیٹ کر سڑکوں پر لایا گیا۔ ان کو بٹ مارے گئے، ان کو ٹھڈے مارے گئے، ان کی بے عزتی کی گئی، یہ کس لیے؟ کہ وہ اپنا جمہوری حق مانگتے ہوئے احتجاج کر رہے ہیں۔ احتجاج کر رہے ہیں تاکہ ان کی آواز یہاں تک پہنچ جائے لیکن اس کو بجائے اس کے کہ ہم جمہوری دعویٰ کرتے ہیں، ہم ان کی آواز کو سمجھیں، ان پر ظلم کیا گیا، بربریت کی گئی جس کے نتیجے میں یہ ہوا کہ سات یا آٹھ قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں، سو سے زیادہ ہسپتالوں میں زخمی پڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے بزرگ سردار حیدر زمان، بزرگ آدمی ہیں، ان کو زخمی کیا گیا۔ سردار یعقوب صاحب، سرحد اسمبلی کے سابقہ ڈپٹی سپیکر ہیں ان کو زخمی کیا گیا۔ سردار مہتاب صاحب کو بھی زخمی کیا گیا۔ ان بزرگوں کو، ان لوگوں کو مارنے کی آخر کیا ضرورت تھی۔ جناب والا! کیا اس طرح مسائل حل ہوتے ہیں۔ یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔

اٹھارہویں ترمیم جب منظور کرنے جا رہے تھے تو ہمارے سامنے بہت بڑا مقصد تھا کہ پاکستان میں اس وقت بہت سے ایسے معاملات ہیں، مسائل ہیں جن کے حل کے لیے تمام قوم کو اکٹھے ہو کر چلنا ہے۔ جناب والا! میں اپنے ساتھیوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ بہت سے مسائل پر انہوں نے مشاورت کی، اپنے نقطہ نظر سے پیچھے ہٹے اور کوشش کی کہ ایک ایسا package تیار کیا جائے جو سب کو قابل قبول ہو۔ اس کے بعد ایک package سامنے آگیا جس پر provincial autonomy کے حوالے سے، دوسرے معاملات کے حوالے سے کچھ ایسی تجاویز تھیں جن سے پاکستان میں بہتری ہو گی۔ یہ ایک مسئلہ تھا جس کی ذمہ داری مکمل طور پر پی ایم ایل (ن) اور اے این پی نے سنبھال لی اور

انہوں نے کہا کہ ہم اس مسئلے کا حل نکالیں گے۔ نام ایک ایسا تجویز کیا کہ جس کے بعد سارے صوبے میں آگ لگ گئی۔ ایک تو پروفیسر صاحب سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ میری بھی تجاویز ہیں ۔ میں اپیل کرتا ہوں اے این پی سے اور پی ایم ایل (ن) سے کہ مہربانی کر کے اس مسئلے کا حل نکالیں، اس پر نظر ثانی کریں اور اگر غلطی ہو گئی ہے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ آخر یہ عوام کا معاملہ ہے، آپ جمہوری لوگ ہیں، آپ نے دیکھ لیا کہ وہاں پر کتنے سخت جذبات ہیں۔ اس پر نظر ثانی کی جائے۔

نمبر ۲ میں پروفیسر صاحب سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ جو پولیس افسران ہیں، جنہوں نے بغیر کسی وجہ کے گولی چلائی، بغیر کسی وجہ کے، یہ پرامن لوگ ہیں، ہمیشہ سے ہزارہ کے لوگ محبت کرنے والے ہیں، وسیع القلب لوگ، وہاں پر بے شمار قومیں بستی ہیں۔ پشتون بھی ہیں، non پشتون بھی ہیں، ہر قسم کے لوگ وہاں پر بستے ہیں۔ جناب والا! آپ اندازہ کریں، جس ہزارہ کا میں واقف ہوں اس ہزارہ کے پانچ اضلاع بن چکے ہیں، جس زمانے کا میں ذکر کرتا ہوں تب ضلع ہزارہ ایک ہوتا تھا۔ اس کی تین تحصیلیں تھیں، ایبٹ آباد، ہری پور، مانسہرہ اور آج اس ضلع ہزارہ کے پانچ اضلاع بن چکے ہیں۔ ہری پور علیحدہ ضلع ہے، ایبٹ آباد ضلع ہے، مانسہرہ علیحدہ ہے، بٹ گرام اور کوہستان ہے۔ شانگلہ کا علاقہ پختون علاقہ ہے لیکن وہاں کے جو ہمارے ایم این اے جناب امیر مقام صاحب ہیں، وہ اس علاقے کے ہیں لیکن اس کے باوجود کہتے ہیں کہ ہمیں یہ نام قابل قبول نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ یہ قوموں کا جھگڑا ہے، یہ قوموں کا جھگڑا نہیں ہے۔ سب ہمارے لیے قابل احترام ہیں، پختون بھی قابل احترام ہیں، انہوں نے پاکستان کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ جب کشمیر کا مسئلہ تھا تو یہ پختون لوگ ہی تھے جو کشمیر میں جا کر پاکستان کے لیے لڑے۔ اس وقت اس کو قوموں کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ اس کو ہمیں سیاسی طور پر حل کرنا ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ جن لوگوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، ان کا ہم نے مداوا کرنا ہے، ان کے مسئلے کو سمجھنا ہے۔ اس کو کوئی قومی رنگ نہ دیا جائے۔ ڈی آئی خان میں بھی احتجاج ہو رہا ہے، ہری پور میں ہو رہا ہے، مانسہرہ میں ہو رہا ہے، شانگلہ میں ہو رہا ہے، لکی مروت میں ہو رہا ہے۔ جناب والا! اس کو کوئی قومی یا نسلی رنگ نہیں دینا چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا کوئی سیاسی حل ہو اور سیاسی حل یہ ہے کہ جب ایسی چیزیں سامنے آئیں تو ہمیں چاہیے کہ سب لوگوں کے جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے حل نکالا جائے۔ اس کا حل یہی ہے کہ اس پر نظر ثانی کی جائے۔ میں اے این پی سے پی ایم ایل (ن) کے دوستوں سے کہتا ہوں کہ مہربانی کر کے اس پر نظر ثانی کریں اور ایسا حل نکالیں جو قابل قبول ہو۔ ہم نے جو حل دیا کہ اس کا نام بجائے این ڈبلیو ایف پی کے North, West, Frontier province جو کہ انگریزوں

کا نام تھا، ہم بھی اس سے اتفاق نہیں کرتے ۔ ہمارا خیال تھا کہ اس کا نام صوبہ سرحد رکھ دیا جائے۔ صوبہ سرحد ایک ایسا نام ہے، جس پر ہم ہمیشہ فخر کرتے رہے ہیں، سرحدی گاندھی کا لقب جناب خان عبدالغفار خان کو دیا گیا تھا۔ ہم جب کہتے ہیں کہ ہم سرحدی ہیں تو اس پر ہم فخر کرتے ہیں۔ جناب والا! دنیا میں سرحدیں تو ہزاروں ہوں گی لیکن فرنٹیئر صرف ایک ہے۔ فرنٹیئر یہ فرنٹیئر ہے، ہزاروں فرنٹیئر ہوں لیکن دنیا میں اگر کسی کا نام ہے، آپ جا کر امریکہ میں کہیں کہ فرنٹیئر تو کہتے ہیں کہ یہ فرنٹیئر ہے۔ اس کی جو رومانٹک داستانیں ہیں، ان کی بہادری کی داستانیں ہیں اس کی وابستگی اس فرنٹیئر سے ہے۔ دنیا میں کروڑوں فرنٹیئر ہوں گے لیکن واحد فرنٹیئر جس کو دنیا جانتی ہے وہ فرنٹیئر ایک ہے۔ آج اس کی جگہ اگر ہم کہیں کہ پختونخوا تو لوگ اس کو جانیں گے بھی نہیں کہ کس کی بات ہو رہی ہے۔ شناخت ختم ہو چکی ہے۔ بین الاقوامی شناخت اس نام کی تھی، یہاں کے لوگوں کی بہادری، لوگوں کی روایات، لوگ ساری دنیا میں جانتے ہیں۔ ہزاروں کتابیں فرنٹیئر پر لکھی جا چکی ہیں۔ The Frontier, there is only one Frontier اس لیے ہم نے کہا تھا، اس کا نام سرحد رکھ دیا جائے۔ سرحد کا نام سب کو قابل قبول ہے۔ پچھلے سو سال سے یہی نام آ رہا ہے، ہماری تجویز یہ ہو گی کہ مہربانی کر کے اس کے لیے کوئی سیاست نہ کی جائے، خون کی ہولی نہ کھیلی جائے، لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھا جائے اور ان کے مطالبات کو تسلیم کیا جائے۔ آج وقت کا یہ تقاضا ہے، اگر ہم جمہوری ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، آج ہماری پارلیمنٹ ہے تو اس آگ کو، اس خون کی ہولی کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بابر غوری صاحب۔

(interruption)

Mr. Chairman: Wherever the name has been taken of the President stands expunged. Yes, Babar Ghouri sahib.

سینیٹر بابر خان غوری: بہت بہت شکریہ۔ آج جس کمیٹی کو آپ نے chair کیا اس میں اس بات پر اتفاق ہوا کہ آج جو ایک اہم واقعہ اور خصوصی ------

جناب چیئرمین: دیکھیے پارلیمانی لیڈر ---

سینیٹر بابر خان غوری: پارلیمانی لیڈر کے حوالے سے ہی میں بات کر رہا ہوں کہ اس موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس کو اہمیت دی گئی۔ اس issue کو جو بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے، اس

میں افسوس ناک پہلو بھی آگیا کہ اس میں کئی بے گناہ شہری بھی شہید ہوگئے ہیں جو افسوسناک ہے۔ سب سے پہلے تو ہزارہ کے عوام پر جو پولیس نے فائرنگ کی ہے ہم اس کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اصل میں پارلیمانی لیڈران نے اپنے ممبران کو فیصلے کے بارے میں بتایا نہیں۔ یہ وجہ ہوئی ہے۔

سینیٹر بابر خان غوری: پہلے تو ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ وہاں کے بے گناہ عوام کا یہ آئینی حق ہے کہ وہ پرامن طریقے سے جلسے جلوس کریں، اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائیں، اس کو دبانے کے لیے اگر گولی استعمال کی جائے گی تو وہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ خاص طور پر ایک طالب علم کو جو اپنے سکول سے، کالج سے آرہا تھا، جس طرح اس کو سڑک پر گھسیٹا جا رہا ہے، ڈنڈے مارے جا رہے ہیں، جو ہم نے الیکٹرانک میڈیا پر دیکھا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر داخلہ صاحب یہاں پر موجود ہیں، ان کو تو پولیس سے ہی فارغ کر دینا چاہیے تاکہ عبرت ہو سکے۔ عوام کے ساتھ اور خصوصی طور پر طالب علموں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے آئندہ کوئی ایسا کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ جہاں تک اٹھارویں ترمیم پر عوام خوشیاں منا رہے تھے، عوام سوچ رہے تھے کہ ہم نے کوئی بہت بڑا کارنامہ کیا ہے گو کہ اس پر ابھی ڈبیٹ ہوگی ۔ بہت سے لوگوں کی تشنگی بھی رہ گئی ہے لیکن ہزارہ کے عوام کے ساتھ ، ان کے احساسات جو سامنے آئے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ وفاقی اور صوبائی حکومت دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کے ساتھ بیٹھیں ان کے ساتھ بات چیت کریں، ان کی آراء کو سنیں تاکہ اس مسئلے کا کوئی حل نکل سکے۔ بڑی آسانی سے ہم اس پر سیاست کر سکتے ہیں لیکن ہمیں محض سیاست نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس آگ کو ٹھنڈا کر کے ، اس مسئلے کا حل نکالنا چاہیے۔ آج جو ہماری کمیٹی بیٹھی تھی، جو ہمارے پارلیمانی لیڈر بیٹھے تھے، اس میں مختلف تجاویز بھی سامنے آئی ہیں اور مجھے امید ہے کہ جو تجویز پروفیسر خورشید صاحب نے دی ہے، وسیم سجاد صاحب نے دی اور بھی لوگوں نے دی کہ اس مسئلے کو افہام و تفہیم سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔ جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے، پولیس کے بارے میں پتا چلا ہے کہ کوئی باہر سے بھی پولیس بلائی گئی تھی۔ انہوں نے جس طرح اندھا دھند گولیاں چلائی ہیں تو وہ کس کے آرڈر پر چلائی گئی ہیں ۔ میں بھی ڈیمانڈ کروں گا کہ اس کی جوڈیشل انکوائری ہونی چاہیے ۔ جو بے گناہ لوگ شہید ہوئے ہیں ان کے لیے فوری طور پر صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت کی جانب سے compensation

کا اعلان ہونا چاہیے۔ جو زخمی ہیں ان کے علاج معالجے کے لیے فوری طور پر احکامات جاری ہونے چاہیئں۔ آئندہ کے لیے کیونکہ ابھی ان کے جنازے نکلنے ہیں، مزید اس پر کوئی ایسا واقعہ نہ ہو کہ وہ علاقہ جیسے ہمارے اراکین نے یہ بات کی ہے کہ صوبہ سرحد اس وقت میں، ہمارے لیے بہت آسان ہے، ہم بڑی آسانی سے ہر مسئلے کا الزام امریکہ یا برطانیہ پر ڈال دیتے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ مانسہرہ یا ایبٹ آباد میں امریکہ یا برطانیہ کے لوگوں نے آکر کوئی ہنگامہ آرائی کی ہے، کوئی گولی چلائی ہے۔ یہ ہمارے اپنے لوگ تھے، اس کے لیے ان کو کس نے اجازت دی تھی۔ اس کو بھگانے کے مختلف طریقے ہوتے ہیں، پانی پھینکتے ہیں، آنسو گیس پھینکتے ہیں، ربڑ کی گولیاں ہوتی ہیں۔ ان کو کس نے اجازت دی ہے کہ گولیاں چلائی جائیں۔ اس بات کی تحقیقات ہونی چاہیئے۔ عوام کو عوام کا حق ملنا چاہیے۔ ہم عوام کو ایک خوشیوں کا package دینے جا رہے ہیں لیکن اس کی تمام خوشیاں ایک طرف رہ گئیں، تمام دنیا کا focus اب ایبٹ آباد ہو گیا۔ ہزارہ ہو گیا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہماری ایسی کونسی کوتاہی تھی، کونسی کمزوری تھی، ہم ان کو کیوں اعتماد میں نہیں لے سکے۔ ہم نے اپنے فیصلے کرتے وقت اپنے لوگوں کی آراء کو کیوں سامنے نہیں رکھا۔ ہم نے جلدی میں، جذبات میں کیوں ایسے فیصلے کر لیے۔ میں ظفر علی شاہ صاحب کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیے چونکہ ہم اہم فیصلے کرنے جا رہے ہیں، تاریخی فیصلے کرنے جا رہے ہیں، ہمیں چاہیے کہ عوام کی خواہشات کو ضرور مد نظر رکھیں تا کہ کسی قسم کی پھر کوئی غلطی نہ ہو کہ وہ علاقہ جو ایک پر امن علاقہ تھا وہ آگ کی لپیٹ میں آگیا۔ ہم پورے سینیٹ کی طرف سے جو لوگ وہاں پر شہید ہوئے ہیں، ہم ان کے خاندانوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں، جو زخمی ہیں ان کے لیے دعا گو ہیں۔ متحدہ قومی موومنٹ یہ چاہتی ہے اور قائد تحریک کی جانب سے ہزارہ کے عوام کی جو بھی سیاسی حمایت ہو گی، ان کے جائز مطالبات ہونگے اس کی ہم بھرپور حمایت کریں گے۔ جہاں تک نام کا مسئلہ ہے وہ کمیٹی ایک فیصلہ کر چکی ہے اس میں اگر کوئی تبدیلی کرنی ہے تو consensus کے ساتھ، وہ لوگ جو stakeholder ہیں وہ بیٹھتے ہیں اور مسئلے کا حل کرتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: راجہ ظفر الحق صاحب۔ سب کو موقع ملے گا۔ صبر کے ساتھ رہیں۔ Everybody will get a chance جن کے نام میرے پاس آچکے ہیں۔ ٹھیک ہے جی۔ صبر کے ساتھ رہیں۔ It is very important.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: شکریہ جناب چیئرمین۔ ایبٹ آباد میں جو افسوسناک واقعات ہوئے ہیں ، میں اپنی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے ان کی شدید مذمت کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس معاملے کو ایک جمہوری انداز میں حل کیا جاتا تو نوبت اتنی زیادہ اموات کی نہ آتی، اتنے زیادہ جذبات کو مجروح کرنے کا طریقہ کار نہ اختیار کیا جاتا تو اتنی بڑی تعداد میں لوگ زخمی بھی نہ ہوتے۔ اب اگر یہ معاملہ صرف پولیس پر، اس کے افسران پر چھوڑ دیا جائے تو پھر اس کا نتیجہ یہی ہوگا جو ہوا ہے اور عین ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ خرابی اس علاقے میں پیدا ہوجائے۔ مجھے افسوس ہے کہ وہاں کی صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت نے اس سے قبل کہ یہ صورتحال یہاں تک پہنچے کوئی سیاسی عمل وہاں اختیار نہیں کیا خواہ صوبائی حکومت ہو یا مرکزی حکومت ہو ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس کو foresee کرتے کہ اگر وہاں ایک چیز سیاسی طور پر build ہو رہی ہے تو انہیں اس کو سیاسی طریقے سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ طاقت کا استعمال اس حد تک کرنا کہ ایک police officer کی آواز تک ٹی وی میں سنائی دی، اس نے بڑے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں، ناجائز الفاظ استعمال کیے ہیں، لوگوں کے دل دکھانے والے الفاظ استعمال کیے ہیں جیسے وہ اس سارے خطے کا حکمران ہے اور باقی اس کی رعایا ہے۔ اس کا شدید ردعمل ہوا ہے اور پھر اس کے بعد لوگوں پر گولیاں چلانا یہ ایک بہت ہی قبیح حرکت تھی، یہ illegality تھی، یہ ایک ایسا جرم تھا جس کا اس وقت تک notice لیا جانا چاہیے تھا۔ اس وقت تک اس کو suspend کرکے، میرا اپنا خیال یہ ہے کہ حکومت کی بے حسی کا بڑا چرچا جو پورے ملک میں ہورہا ہے اس سے حکومت بچ سکتی تھی لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ لہذا میں یہ demand کرتا ہوں کہ ان police officers کو جنہوں نے یہ حکم دیا کہ لوگوں پر گولیاں چلائی جائیں، خواہ کچھ بھی ہو، اگر کچھ بسیں جل جاتی ہیں، کوئی جیپ جل جاتی ہے، اگر تھانے کی عمارت بھی جل جاتی ہے تو بھی یہ جواز نہیں بنایا جاسکتا کہ آپ لوگوں کو گولیوں سے بھون دیں۔ آپ ان کو ان کے گھروں سے نکال کر سڑکوں پر گھسیٹنا شروع کردیں۔ یہی کیفیت ہے جس سے ملک تباہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو فوری طور پر suspend کرنا چاہیے۔ ان کے خلاف action ہونا چاہیے، ان کو گرفتار کرنا چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک judicial commission بنانا چاہیے جو اس سارے سلسلے کا جائزہ لے اور جو مجرم ہیں ان کو قوم کے سامنے لائے اور ان لوگوں کے خلاف سزا تجویز کرے جنہوں نے اس سارے عمل میں اپنا فرض ادا نہیں کیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ صوبے کے نام کے سلسلے میں اگر اختلاف رائے تھا تو وہ ان لوگوں کا ایک سیاسی حق تھا جنہوں نے اس پر احتجاج کیا۔ وہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ وہ کوئی غیر سیاسی بات نہیں تھی اور اگر اس احتجاج کے دوران کچھ بھی نہیں ہوا تو پھر یہ سمجھ لینا چاہیے تھا کہ جو آج غلطی ہوئی ہے وہ انتظامیہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ جہاں تک صوبے کے نام کا تعلق ہے تو ہماری جماعت اس پر ایک open mind رکھتی ہے۔ ہم نے شروع میں یہ کہا تھا کہ صوبے کا وہی نام ہونا چاہیے جو اس صوبے کی اکثریت چاہتی ہے اور سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔ ہمیں خوشی ہے کہ بعض اے این پی کے لیڈران نے بھی بیان دیئے کہ ہم ان کی ان reservations کا مداوا کریں گے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے اندر جو خطرات و خدشات ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں گے لیکن عملی طور پر مجھے افسوس ہے کہ اس سلسلے میں کوئی اقدامات نہیں کیے گئے اور اسی وجہ سے یہ سارا سلسلہ بگڑا ہے۔ آج بھی جو آگ وہاں جل رہی ہے، مرکزی حکومت اور صوبائی حکومت کی طرف سے اس کا notice نہ لینا بہت افسوسناک ہے۔ اس کے نتائج پورے پاکستان پر اثر انداز ہوں گے اور وہ صوبہ جو پہلے ہی آگ میں جل رہا ہے اس میں مزید خرابی پیدا ہو گی اور اس کے اثرات صرف اس صوبے تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ خدانخواستہ پورا پاکستان اس کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔ اس آگ کو بجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہماری طرف سے جو کچھ بھی ہو سکے گا، انشاء اللہ تعالیٰ کریں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی بابر غوری صاحب۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب والا! 18 ویں ترمیم جو ابھی تھوڑی دیر میں ایوان میں پیش ہو گی، اس میں چونکہ تمام چیزیں طے ہو گئی ہیں اس لیے ہم اس پر stand کرتے ہیں اور ہم اس کو support بھی کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایبٹ آباد میں ہونے والے واقعات کے سلسلے میں پیش ہونے والی تحریک التواء پر بحث میں حصہ لینے کا موقع دیا۔ جناب چیئرمین! پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ وہاں ہوا ہے اس حوالے سے جو لوگ زندگی سے ہاتھ دھو چکے ہیں یا جو دیگر نقصانات ہوئے ان کے بارے میں، میں اور

میری پارٹی ان لوگوں کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو اقدامات ہوئے ہیں ان کی بجائے اگر زیادہ جمہوری طریقہ اختیار کیا جاتا تو ہو سکتا ہے یہ نقصان نہ ہوتا لیکن جناب والا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت اس مسئلے کو صوبے کے نام کے ساتھ منسلک کر کے جس طرح پیش کیا جا رہا ہے اس پر میں بڑا افسوس کرتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پاکستان میں ہیں تو ہمیں پاکستان میں رہنے دو، ہم امن اور آئین کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور ہمارا مجموعی طور پر موقف یہی ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: آج پارلیمنٹ کے 342 نمائندوں نے خیبر پختونخوا کا نام تجویز کیا اور منظور کیا اور اس کے بعد پارلیمنٹ کا ممبر یہاں آ کر کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ وہ 342 کیا ہے تو پھر ہم کہاں جائیں گے۔ جب ملک کے 17 کروڑ عوام کے نمائندے جمع ہو کر ایک فیصلہ دیتے ہیں اور اس کو کوئی نہ مانے تو پھر پاکستان کے پشتون عوام کہاں جائیں اور کہاں فریاد کریں گے۔ آپ مہربانی کریں۔ ہمارے دوست یہاں کہتے ہیں کہ ہمیں پشتون سے محبت ہے، آپ کو پشتون سے محبت ہے، انگریز نے پشتون کا نام تبدیل کیا اور انگریز نے سو سال یہ نام رکھا اور آزاد پاکستان کے 62 سال بعد بھی ہم سے اپنا نام بھی نہیں بن رہا ہے۔ ہمارا نام کوئی نہیں لیتا اور جب پرامن انداز سے

(اس مرحلے پر ہاؤس میں اذان مغرب سنائی دی گئی)

جناب چیئرمین: جی، مندوخیل صاحب کتنا وقت لیں گے۔ نماز کا وقفہ کر لیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: یہ ٹھیک ہے۔ وقفہ کر لیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ پندرہ منٹ کا وقفہ کر لیتے ہیں۔

(اجلاس کی کارروائی برائے نماز مغرب، پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کر دی۔)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی زیر صدارت جناب چیئرمین (جناب فاروق حامد نائیک)
دوبارہ شروع ہوئی)

Mr. Chairman: Kakar Sahib! not this way. This is violation of the rules. Mandokhel Sahib, please continue.

سینیٹر عبد الرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! میں عرض کر رہا تھا کہ ہم ایک بار انگریز کے غلام رہے اور ہماری ہر قسم کی زندگی مفلوج تھی۔ ہمیں کوئی شناخت نہیں دے رہا تھا۔ ہم نے اپنے ملک کو آزاد کرایا۔ آزادی کے بہت ایک اہم قدم یہ ہونا چاہیے تھا کہ پشتون کو مختلف صوبوں میں سے متحد کر کے پشتونخوا یا پشتونستان یا پختون کے نام کے ساتھ مطلق نام دیا جاتا، مجموعی طور پر روا رکھی جانے والی تمام نا انصافیاں ختم کی جاتیں اور ملک میں ایک آئینی جمہوری نظام بنایا جاتا۔ اس میں ہماری پارٹی، ہماری پارٹی کے چیئرمین، محمود خان اچکزئی، بلکہ ہماری پارٹی کے بزرگ خان عبدالصمد خان اچکزئی شہید کے بارے میں ہر شخص جانتا ہے کہ وہ آخر دم تک عدم تشدد کے قائل تھے۔ ان کی کسی کے ساتھ کسی قسم کی دشمنی نہیں تھی لیکن انہیں بم سے شہید کیا گیا۔ پرامن جدوجہد کرنے والے کے ساتھ یہ سلوک ہوا۔ ان کے بعد آج بھی ہم کہتے ہیں کہ پشتون، پاکستان کے تمام عوام پرامن تحریک کے ذریعے اپنا سیاسی نظام بنانا چاہتے ہیں۔ اسی حوالے سے ہمارے ملک میں جو حالات ہیں، ان کے بارے میں اگر میں یہ نہ کہوں تو بخل ہوگا کہ ملک کے صدر آصف علی زرداری نے ایک بہت اہم کام کیا کہ انہوں نے کمیٹی بنائی کہ وہ آئین میں اصلاحات کرے اور مسلسل مارشل لاء اور دیگر ناروا اقدامات اور اعمال کا خاتمہ ہو۔ اسی کے لیے یہ کمیٹی بنائی گئی اور کمیٹی میں ہمارے ملک کی تمام پارٹیاں شامل تھیں۔ اس کمیٹی کی ۱۷ سے زیادہ میٹنگز ہوئیں اور ان میٹنگوں میں، یہ پارٹیاں، ہمارے محترم دوست کھڑے ہو کر آئین کی بات بھی کرتے ہیں اور دوسری بات بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ کیا اور وہ کیا، وہ ان میٹنگوں میں حاضر تھے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ ہماری کمیٹی نے جو ایجنڈا بنایا، طریقہ کار بنایا، اس طریقہ کار کے مطابق consensus ہوا، اس کے مطابق بہت رعایت اس پارٹی کو ملی کیونکہ سب کے ایک ساتھ چلنے کی بات ہو رہی تھی۔ آخر میں پارلیمانی کمیٹی نے آئین میں ترامیم کی تجاویز دیں۔ ان کو جب قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا تو تمام اختلافات بلکہ dissention notes کے باوجود تمام پارٹیاں متفق تھیں کہ وہ consensus کو ووٹ دیں گی۔ کوئی اس پر جتنا بھی اختلاف کرے، یہ فیصلہ تھا اور آپ نے دیکھا کی ۳۴۲ کے ایوان میں ۲۹۲ حاضر تمام اراکین نے اسے ووٹ دیا اور ابھی اس نے پارلیمنٹ کے اس ایوان میں آنا ہے۔ تمام پارٹیوں نے ضمانت دی ہے۔ ہم پشتو میں کہتے ہیں (پشتو الفاظ) فلاں اچھا آدمی نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے؟ اس لیے کہ اس کی زبان نہیں ہے۔ وہ وعدہ کر کے پھر جاتا ہے۔ یہاں زبان

ہونی چاہیے تھی۔ یہاں لوگ آ کر کہتے ہیں ہم نے اپنی پارٹی کو اطلاع نہیں دی۔ آپ نے اپنی پارٹی کو کیوں اطلاع نہیں دی؟ ہر ایک کو اپنی پارٹی کو اطلاع دینی چاہیے تھی۔ وہ یہاں ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اب وہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ یہ بالکل غیر آئینی چیزیں ہیں۔ ان حالات میں جناب والا! ہم کیا سمجھیں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ پاکستان اور ہمارے صوبے میں اہم نکتہ یہ ہے کہ جدوجہد کا پرامن راستہ اختیار کیا جائے یا دوسرا راستہ اختیار کیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ پرامن جدوجہد کا راستہ اختیار کیا جائے۔ پرامن جدوجہد کے لیے جب اتنی بڑی اکثریت پارلیمنٹ میں آجاتی ہے اور اسے پھر بھی بچوں کا کھیل سمجھا جا رہا ہے۔ میں یہ کہوں کہ ہم نے جو محنت کی ہے، پارلیمانی کمیٹی نے محنت کی ہے، حکومت نے پرامن بہت اچھا راستہ اختیار کیا اور ابھی آئین میں بہت اچھی اصلاحات ہو رہی ہیں، ان سب کا راستہ روکنے کے لیے یہ اقدام کیا گیا ہے۔ ایبٹ آباد کے واقعات پر ہم غم محسوس کرتے ہیں لیکن آپ یہ بات نظر میں رکھیں کہ آپ مہربانی کریں، اٹھارہویں ترمیم کا جو آئینی راستہ ابھی بن چکا ہے، اسے رد نہ کریں، مسترد نہ کریں، ایسے طریقے اختیار نہ کریں جن سے یہ تاثر پیدا ہو کہ اٹھارہویں ترمیم کا راستہ ختم کیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: مندوخیل صاحب! conclude کر لیجیے۔ کافی speakers ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! اگر ایسا ہوا تو میں عرض کروں گا کہ اس سے بہت مشکلات پیدا ہوں گی۔ لہذا جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ آپ مہربانی کریں، سب پارٹیاں سیاسی طور پر پابند ہیں کہ وہ وہاں جا کر لوگوں کے ساتھ بات کریں، ان کو دلاسہ دیں، ان کو پرامن رہنے کی تلقین کریں، ان کے غم میں شریک ہوں۔ اس بہانے سے آئینی عمل کا راستہ روکنے یا اس بہانے سے کہ وہ پشتونخوا خیبر کی وجہ سے ناراض ہیں۔ ''خوا'' کا مطلب کیا ہے؟ آخر آپ عالم ہیں، ''خوا'' کے معنی ہیں پشتو میں ''دل کے قریب''۔ جناب والا! میں ابھی حاصل خان کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ پشتو میں اسے کہتے ہیں (دا حاصل خان پہ خوا کہ ناس یم) بچے کو دودھ دیتے ہیں، احترام کے ساتھ میں کہوں گا کہ ''پستان'' کو پشتو میں ''خوا'' کہتے ہیں۔ جناب والا! ارد گرد کے لوگوں کو پشتو میں کہتے ہیں (شو خوا) آگے پیچھے۔ یہ پشتو کے الفاظ ہیں۔ ان کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ مہربانی کریں۔ بہت اچھا نام آیا ہے اور پارٹیوں کی اکثریت نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ مہربانی جناب۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ چوہدری شجاعت صاحب۔ چوہدری صاحب! کیا آپ بولنا چاہیں گے؟

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: ان کو فلور دے دیں۔ میں بعد میں بول لوں گا۔

جناب چیئرمین: اوکے۔ آپ جا رہے ہیں۔ سلیم سیف اللہ صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: شکریہ جناب چیئرمین! ایک شعر سے شروع کروں گا کہ

ایسا نہ ہو کہ درد بنے درد لا دوا
ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو

جناب والا! آج ہزارہ، خاص کر ایبٹ آباد میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں، ان پر جتنا بھی افسوس کیا جائے، جتنی بھی مذمت کی جائے، وہ کم ہے۔ اس لیے کہ آج صوبہ سرحد میں ایک ایسی جماعت برسر اقتدار ہے جن کے لیڈروں نے ہمیشہ امن کی بات کی ہے۔مجھے افسوس ہے کہ آج اس جماعت نے غریب اور بے گناہ عوام کو تشدد کا نشانہ بنایا ہے ۔ جناب چیئرمین! آپ نے television کے مختلف channels پر خود بھی دیکھا ہو گا۔ میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، یہاں پر علمائے کرام بھی تشریف فرما ہیں، پاکستان بننے کی بنیاد کیا تھی؟ کیا وہ لسانیت تھی یا اسلام تھا؟ پاکستان اسلام کے نام پر بنا کہ جہاں پر مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہ علاقے پاکستان میں شامل ہوں گے۔ جناب چیئرمین! الحمدللہ میں خود بھی پشتون گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، بارہ سال پہلے جب حاجی عدیل صاحب جو یہاں پر تشریف فرما ہیں، اس وقت یہ اور میں بھی صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے جب یہ قرارداد آئی تھی۔ اس وقت میاں نواز شریف صاحب کی حکومت تھی اور سردار مہتاب خان وزیر اعلیٰ تھے۔ اس وقت ساری جماعتیں پیپلز پارٹی، جمعیت، PML(N) اور عوامی نیشنل پارٹی اسمبلی میں موجود تھیں، سب نے پختونخوا کے حق میں ووٹ دیا۔ میں اور میرے ساتھ میرا بھائی، ہم لوگ اس وقت جونیجو لیگ میں تھے، ہم نے اس وقت اس کی مخالفت کی۔ یہ نہیں کہ مجھے اس نام سے allergy ہے، مجھے نظر آ رہا تھا کہ اس سے آگ بھڑک سکتی ہے اور جناب چیئرمین! بارہ سال پہلے جو میرے خدشات تھے، جب میں نے مخالفت کی کہ آج آپ اس صوبے کا نام تبدیل کر رہے ہیں تو کل کو صوبہ ہزارہ کی آواز اٹھے گی۔ آج مقررین جو فرما رہے ہیں، اب یہ چیز نام تک محدود نہیں ہے۔ آج ہزارہ سے تعلق رکھنے والے جو senators یہاں پر تشریف فرما ہیں، ان سے پوچھیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں اب علیحدہ صوبہ

چاہیے۔آج ہزارہ کی demand یہ نہیں ہے کہ خیبر پختونخوا کا نام تبدیل کریں، اب وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علیحدہ صوبہ چاہیے۔ مجھے افسوس ہے کہ ہزارہ جہاں کے لوگوں نے ہمیشہ پاکستان کا ساتھ دیا، وہاں کے عوام نے ہمیشہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ آج اگر تربیلا ڈیم وہاں پر نہ ہوتا تو پتا نہیں پاکستان کی کیا صورت حال ہوتی۔ ہم TV پر دیکھتے ہیں کہ لاہور، فیصل آباد، پنڈی میں لوگ احتجاج کر رہے ہیں کہ بجلی نہیں ہے اور اگر آج میرے صوبے کو پچیس بلین روپے منافع مل رہا ہے تو وہ بھی ہزارہ کے عوام کی قربانی کی وجہ سے مل رہا ہے۔ ان کے قبرستان، زمینیں اور گھر زیر آب آگئے لیکن انہوں نے پاکستان کے لیے قربانی دی۔

جناب چیئرمین! آج مجھے افسوس ہے کہ عوامی نیشنل پارٹی کی حکومت نے جن کے leaders نے ہمیشہ امن کی بات کی، آج جس طرح گولیاں برسائی ہیں جناب چیئرمین! اس وقت ایک سو سے زیادہ زخمی ہسپتالوں میں پڑے ہیں اور نو بے گناہ بلکہ میں کہوں گا کہ پچاس سے زیادہ لوگ کیونکہ عوامی نیشنل پارٹی کے چالیس کارکن جو دیر، تیمر گرہ میں جشن منا رہے تھے، میں ان کا ذکر بھی کروں گا کہ وہ بھی بے گناہ تھے، ان پر حملہ ہوا، چالیس جانیں گئیں اور نو جانیں آج چلی گئیں۔ جناب! پندرہ دنوں سے پرامن احتجاج ہو رہا تھا، ایک جمہوری حکومت ہے۔ جناب چیئرمین! جمہوریت کے لیے پیپلز پارٹی کی بہت قربانیاں ہیں، جمہوریت میں تو احتجاج ہوتا ہے۔ لوگوں کا حق ہے، وہاں پندرہ دنوں سے پرامن احتجاج ہو رہا تھا، آپ ان کو اجازت دیں اور ان سے مذاکرات کریں۔ دو سال میں وزیر اعلیٰ صاحب نے صرف ایک مرتبہ ہزارہ کا دورہ کیا ہے یا شاید دو مرتبہ گئے ہیں، بلور صاحب فرمارہے ہیں کہ دو مرتبہ گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہاں جائیں، لوگوں کے مسائل سمجھیں، ان سے بات چیت کریں۔ ہماری ضرورت ہوئی تو ہم بھی آئیں گے، ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں امن ہو۔ جناب چیئرمین! جیسے اکثر مقررین نے فرمایا اور صحیح فرمایا کہ میرے صوبے میں تو آگ لگی ہوئی ہے۔ میرے ضلع لکی مروت میں بچے والی بال کھیل رہے تھے، حملہ ہوا، سو بچے ایک ہی حملے میں شہید ہو گئے۔ میرا صوبہ جو پرامن علاقہ تھا، بنوں، کوہاٹ، پشاور، مردان اور چارسدہ کے لوگ نقل مکانی کر کے ہزارہ میں گئے ہیں کیونکہ وہاں امن ہے، وہاں ان کے بچے سکون سے پڑھ سکتے ہیں۔ آج وہاں پر بھی ہم نے جو حالات بنا دیے ہیں، ان پر مجھے بہت افسوس ہے۔ جناب والا! اس واقعے کی Judicial enquiry ضرور ہونی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ واقعات کس کے ایما پر ہوئے، یہ گولیاں کس نے برسائیں۔ DCO، وزیر اعلیٰ یا کس کے حکم پر ایسا ہوا، یہ ضروری ہے۔ دوسرا فوری طور پر وہاں پر جو عملہ ہے، اس کو ہٹایا جائے۔ وہاں پر اگر وہ پرامن احتجاج

کرنا چاہتے ہیں تو ان کو اس کی اجازت ہونی چاہیے۔ جناب چیئرمین! کسی غلط فہمی میں طاقت کے زور پر۔۔۔، کیا آج امریکا افغانستان کو دبا سکا ہے؟ کیا طاقت کے زور پر روس نے افغانستان کو۔۔۔

جناب چیئرمین: سلیم سیف اللہ صاحب، please conclude کرلیں۔

Thank you.

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: میں conclude کرتا ہوں۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ طاقت اس کا حل نہیں ہے اور اب یہ بات بہت آگے بڑھ گئی ہے، اب شاید ہمیں ان کو علیحدہ صوبہ دینے کی تجویز پر بات کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ میں باقی speakers سے request کروں گا کہ repeat کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی نئی بات ہے تو وہ کیجیے کیونکہ کافی business باقی ہے اور کافی speakers رہتے ہیں۔ جی فوزیہ صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: جناب! شکریہ۔ پہلے تو مجھے گلہ ہے کہ جو لوگ شور مچالیتے ہیں، آپ ان کو موقع دے دیتے ہیں۔ میں اس صوبے سے تعلق رکھتی ہوں، میں جھنڈا ہلاتی رہی، آپ نے میری طرف نہیں دیکھا۔

جناب چیئرمین: اب تو میں نے دیکھ لیا ہے۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: .Thank you میں سات سال سے سینیٹ میں بیٹھی ہوں اور معذرت سے مولوی حضرات سے کہتی ہوں کہ یہ ہر روز کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو اور ہر دعا میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حالات سے بچائے۔ تو اللہ میاں ان کی کیوں نہیں سن رہا؟ حالات تو خراب سے خراب تر ہوتے جارہے ہیں۔ میں ایک ایسی عورت ہوں جو پاکستان کے کسی کونے میں اگر کوئی بے موت مارا جاتا تھا تو اس کے لیے بہت دکھی ہوتی تھی لیکن اس وقت میرا علاقہ جل رہا ہے۔ وہ اتنے پیارے لوگ ہیں کہ آپ اندازہ نہیں کرسکتے۔ وہ میرے بچے ہیں بلکہ اس جلوس میں میرا اکلوتا بیٹا بھی شامل ہے جو منع کررہا ہے کہ خدا کے لیے ہتھیار نہ نکالو۔ وہاں بچے کا گہنا ہتھیار ہیں۔ وہاں ہر گھر میں سارا دن ہتھیار صاف ہوتے ہیں اور وہ enjoy کرتے ہیں کہ ہمارا اسلحہ ہر وقت چلنے کے لائق ہے۔ ہماری اپنی پولیس نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا، اگر یہ باہر سے جا کر attack کریں گے تو خود ذمہ دار ہوں گے اور اگر آپ لوگ اس کا notice نہیں لیں گے، order کرنے والوں یا مارنے والوں کو نہیں پکڑیں گے تو وہ یہ معاملہ اپنے

ہاتھ میں لے لیں گے۔ اس کو معمولی بات نہ سمجھا جائے، وہاں پر اسلحے کے خزانے ہیں، آج تک کوئی ڈھونڈنے نہیں نکلا۔

اب ایک دو اور باتیں کہ میرے علاقے کے لوگ بہت دکھی ہیں۔ ان کے پاس جو لکڑی ہے، وہ سیاستدان چوری کر لیتے ہیں۔ وہاں زلزلہ آیا تو پیسے درانی صاحب کو پہنچ گئے، ERRA بن گیا، province میں پہنچ گئے، یہ اب تک زلزلہ زدگان کی صف میں شامل ہیں، آپ جا کر دیکھ لیں، میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔ تربیلا ڈیم کی ساری royalty پشاور میں لگ جاتی ہے اور ہمارے علاقے کے حالات ایسے ہیں کہ ٹوٹی پھوٹی سڑکیں ہیں جیسے سوکھے ہوئے نالے۔ بہت غربت ہے اور ہمارے لوگوں میں awareness نہیں ہے کہ کس طرح احتجاج کرتے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ میرے پیارے پرسکون لوگ جن کو لڑنا آتا ہی نہیں، وہ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو please آپ کچھ کیجیے۔ ان بیچاروں کو ہمیشہ احساس محرومی رہا ہے، اگر اس وقت آپ ان کا خیال نہیں کریں گے تو یہ اندر سے اتنے جنگجو ہیں کہ آپ کو پتا چل جائے گا۔ میں یہ threat نہیں کر رہی، حقیقت بتا رہی ہوں۔

Mr. Chairman: Thank you. Mohammad Ghufran Khan Sahib.

سینیٹر محمد غفران خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب! ہم آج سمجھ رہے تھے کہ جناب رضا ربانی صاحب، آئینی کمیٹی اور سب سیاسی پارٹیوں نے مل کر آئینی ترامیم پر کام کیا ہے، اس کا Bill پیش کیا جائے گا لیکن آج جو ہزارہ، ایبٹ آباد میں افسوسناک واقعہ ہوا ہے، میں اس کی اپنی اور اپنی پارٹی پاکستان پیپلز پارٹی شیر پاؤ کی طرف سے شدید مذمت کرتا ہوں۔ جناب والا! اس کا ازالہ ہونا چاہیے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک دو پارٹیاں آپس میں مل کر محلات میں فیصلے کر لیتی ہیں، خدا کے لیے اگر اسی طرح فیصلے ہوتے رہے، عوام کا برا حال ہے، ہمارے صوبے کا برا حال ہے۔ اس وقت ہمارا صوبہ شدید مشکلات میں گھرا ہے، دہشت گردی کی ایک انتہا ہے اور درمیان میں یہ ایک نئی کہانی آئی ہے بلکہ میں یہاں پر ایک بات کہوں گا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اقتدار میں جتنے لوگ آجاتے ہیں، وہ محلات میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں، صرف واحد لیڈر آفتاب احمد خان شیر پاؤ ہے جن کا عوام سے رابطہ ہے اور ہمیشہ ان کا رابطہ رہے گا۔ خدا کے لیے ان کا ازالہ کیا جائے اور یہ جو حالات ہوئے ہیں، یہ کہیں مزید نہ بگڑ نہ جائیں۔ اس لیے میں اس کی شدید مذمت کرتا ہوں۔ ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان کا ازالہ کیا جائے، چاہے صوبائی حکومت ہو، چاہے مرکزی حکومت ہو۔ شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ ڈاکٹر عبدالمالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ میں پارٹی کی طرف سے آج جو واقعات رونما ہوئے ہیں، ان کی مذمت کرتا ہوں اور ANP کے دوستوں سے گزارش کرتا ہوں کہ اس مسئلے کی inquiry کریں۔ جناب چیئرمین صاحب! اس کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو تو یہ واقعہ ہے، دوسرا پہلو overall جو صورت حال ہے، میں سمجھتا ہوں کہ آئینی package اتنی محنتوں کے بعد آیا ہے۔ میں خاص طور پر اپنی National Party کی بات کرتا ہوں، جب ہم اس کمیٹی میں جا رہے تھے تو ہم انتہائی مشکل حالات میں تھے، ہمیں اس پر کئی meetings کرنی پڑیں لیکن ہم نے سمجھا کہ یہ جمہوری عمل کا ایک حصہ ہے، ہم جمہوری قوتوں سے مل کر اس مسئلے کو سلجھانے کی طرف جائیں۔ میری خاص طور پر مسلم لیگ (ق) کے چوہدری صاحب، وسیم سجاد صاحب یہاں پر نہیں ہیں، ان سے گزارش ہے کہ ایسا نہ ہو کہ جو آئینی ترمیم اتنی محنت کے بعد لائی گئی ہے، وہ کہیں sabotage نہ ہو جائے۔ آپ اس کا تصور نہیں کر سکتے ہیں کہ اس کی complications کیا ہوں گی، میں اپنی مثال دیتا ہوں کہ جناب چیئرمین صاحب! میں دو دنوں سے آپ کے House میں ہوں، دو دنوں کے بعد بھاگتا ہوں، اپنے workers کو سمجھاتا ہوں کہ ہم نے یہ کیا ہے، ہم وہاں پر ہر class کے لیے جوابدہ ہیں، ہم جواب دے رہے ہیں اور repeatedly جواب دے رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ یہ ترمیم جو آئی ہے، اس ترمیم کو کسی بھی طریقے سے ہم سب کو مل کر sabotage نہیں کرنا چاہیئے۔ جناب چیئرمین صاحب! یہ صرف ایک نام نہیں ہے، یہاں لوگوں نے 62 ,60 سال اپنی شناخت، اپنے وجود اور اپنے resources کے لیے قربانیاں دی ہیں، اب یہ ایک مرحلہ آگیا ہے جب لوگوں نے اس مسئلے کو سنجیدگی سے سمیٹنا ہے۔ میں پھر کہوں گا کہ ہم نے جو signs کئے ہیں، ہم committed ہیں جتنی پارٹیاں ہیں، میں committed ہوں، مجھے اس میں کئی اختلافات ہیں لیکن میں committed تھا کہ میں ایک قدم آگے جا رہا ہوں۔ میں چوہدری صاحب سے گزارش کرتا ہوں، وسیم صاحب سے اس floor پر گزارش ہے کہ اگر اسی حوالے سے مسلم لیگ (ن) نے ایک اختلافی note دیا، اس کو دوستوں نے مل بیٹھ کر سمیٹا، یہ ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس وقت جو situation develop ہو رہی ہے، وہ اس کو بچائیں، otherwise اس کے اتنے repercussions ہو سکتے ہیں کہ آپ تصور نہیں کر سکتے ہیں۔
Thank you very much.

جناب چیئرمین: جی۔thank you چٹھہ صاحب! would you like to speak because آپ کی پارٹی کا موقف تو آچکا ہے۔ جی۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: دو، تین منٹ بات کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: جی ضرور دومنٹ کرلیں، ٹھیک ہے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں۔میں سمجھتا ہوں کہ بہت اچھی اچھی باتیں ہوئی ہیں لیکن اٹھارھویں ترمیم بذات خود ایک اچھی کوشش تھی۔ ہم ابھی اس کی بات ہی کر رہے ہیں تو اس کے after effects تھوڑی دیر سے آنے چاہیئے تھے، وہ بہت پہلے شروع ہو گئے ہیں۔ یہ بڑی تشویشناک اور افسوسناک واقعات کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ہم اپنی ضد پر کہیں کہ اٹھارھویں ترمیم بہت اچھی ہے اور اس سے پاکستان کی ساری مشکلات اور مسائل حل ہو جائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ جمہوری حکومت کی definition ہوتی ہے کہ government for the people, by the people, of the people. لہذا، اگر ہم جمہوری حکومت میں بات نہیں سنتے اور انہی کی قتل وغارت پر افسوس یا تشویش کا اظہار نہیں کرتے تو ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہم جمہوری حکومت کہلا سکیں۔ کمیٹی کے ممبران مبارکباد کے تو مستحق تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آئینی اصلاحات کی report پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر قیمت پر اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قوم کی امنگوں کی ترجمانی اور حقائق و تدبر کو پیچھے رکھ کر کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر ایک مصنوعی اتفاق رائے پیدا کیا گیا ہے جس کی غمازی یہ جمہور اب کر رہا ہے، صرف وہاں پر احتجاج نہیں ہو رہا، یہ لاہور میں بھی ہو رہا ہے، کراچی میں بھی ہو رہا ہے، لکی مروت میں بھی ہو رہا ہے، ڈیرہ اسمٰعیل خان میں بھی ہو رہا ہے۔ ہمیں اسے اتنا آسان اور lightly نہیں لینا چاہیئے۔ نہتے معصوم لوگوں کا قتل عام جس بے دردی کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس حکومت نے کیا ہے جس کا motto یہ ہے کہ ہم عدم تشدد کے علمبردار ہیں تو مجھے افسوس ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اتنی جلدی نہ کی جائے۔ میں نے میاں رضا ربانی صاحب سے بھی عرض کیا تھا کہ اس صورت حال میں اس clause کو کل یا پرسوں رکھ لیں، حکومت یا وفاقی حکومت کے نمائندے وہاں جا کر ان کو pacify کریں، ان کے زخموں پر کچھ مرہم رکھیں تو یہ زیادہ جمہوری انداز ہو گا۔ صوبے کا نام اتنا بڑا issue نہیں، یہ کئی سالوں سے چل رہا تھا اور ویسے اسی صوبے سے یہ آواز پیدا ہو رہی ہے کہ صوبے کا یہ نام ہمیں پسند نہیں ہے، اگر ہم اس

اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے سفر کر رہے ہیں، towards the disintegration of Pakistan تو یہ ایک بہت بڑا المیہ ہو گا۔ پاکستان بڑی محنت سے اور بڑی قربانیوں کے ساتھ بنایا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ایزدی ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک بسیرا، ایک سائبان بن گیا ہے، ہم یہاں بیٹھ کر پاکستان کی قدر نہیں کر سکتے اور پاکستان کی افادیت اور اہمیت کو اجاگر نہیں کر سکے، ہمیں یہ اتنی مشکلوں سے ملا ہے، اتنی غلطیوں، اتنی جلد بازی، اتنے تکبر، اتنی رعونت کے ساتھ اسے disintegrate نہیں کرنا چاہئیے۔ میں اس واقعہ کی پرزور مذمت کرتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ہمیں ان کی دلجوئی کے لیے تھوڑا سا اس Bill کو روک کر اور ان کے ساتھ بات کر کے، ان کو ساتھ ملا کر چلنا چاہیے کیونکہ وہ پاکستانی ہیں، انہوں نے پاکستان بنانے میں بڑی قربانیاں دی ہیں جیسے میرے بھائی ان کا ذکر کر رہے تھے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس کا نام فی الحال نہیں بدلنا چاہئیے یا زیادہ سے زیادہ اگر بہت ضروری ہے تو referendum کرالیں کیونکہ صوبہ سرحد پہلے بھی پاکستان میں through referendum شامل ہوا تھا، آج بھی حکومت ہے اور اس وقت بھی یہ حکومت تھی لیکن عوام نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ ہمیں آج اسی شرط اور ریت پر چلتے ہوئے referendum کی طرف جانا چاہئیے تا کہ ہم اسے خوش اسلوبی سے سمیٹ سکیں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ ڈاکٹر خالد سومرو صاحب! آپ کچھ فرمائیں گے، جی۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: شکریہ جناب چیئرمین۔ آج جو کچھ ہوا ہے، میں جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے ان واقعات کی شدید مذمت کرتا ہوں۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کی judicial inquiry ہونی چاہئیے اور خاص طور جن افسران کے احکامات پر یہ سب کچھ ہوا ہے، ان افسران کے خلاف سخت ترین کارروائی ہونی چاہئیے۔ جہاں تک نام کا تعلق ہے تو گزشتہ سالوں میں صوبہ سرحد میں جمعیت علمائے اسلام نے پختونخوا کے نام کی تحریک پیش کی تھی جس کو پوری صوبائی اسمبلی نے منظور کیا تھا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ پختونخوا کے نام پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جب درمیان میں یہ بات آئی تو کچھ پارٹیوں کی اپنی ترجیحات تھیں۔ ہم نے اس وقت بھی آئینی اصلاحاتی کمیٹی میں یہ باتیں رکھی تھیں کہ جو منظور شدہ قرارداد ہے، اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے تو بہتر ہے، اگر اس کے ساتھ کچھ اور نتھی کیا جائے گا تو ممکن ہے کہ اس سے مسائل پیدا ہوں لیکن کچھ جماعتیں اس پر مصر تھیں۔ ہم نے جو خدشات پیش کئے تھے، وہ تمام موجود ہیں جو بہرحال افسوسناک ہیں۔ ان واقعات کی عدالتی

تحقیقات ہونی چاہئیے اور امن وامان کی مجموعی صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی جارہی ہے، میں خاص طور پر ان واقعات کے ساتھ کراچی کی بات بھی ضرور کروں گا۔ پچھلے دنوں مولانا سعید احمد جلالپوری کو شہید کیا گیا، وہ قاتل بھی نامزد ہیں لیکن police کوئی کارروائی نہیں کر رہی۔ اب دو دن پہلے وہاں پر جمعیت علمائے اسلام کے ممتاز رہنما قاری عبدالحفیظ صاحب اور ہمارے دیگر ساتھی مولانا اعجاز صاحب کو target killing کے ذریعے شہید کیا گیا لیکن وہاں کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس حوالے سے ضرور کوئی احکامات جاری کریں۔ یہاں وزیر داخلہ صاحب موجود ہیں، میں ان سے بھی التماس کرتا ہوں کہ امن وعامہ کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ عباس خان صاحب، اس کے بعد دو speakers اور لے لیں گے۔ جناب عباس خان صاحب! سب باتیں ہو چکی ہیں.please be brief

سینیٹر عباس خان: جناب! میں وہ باتیں نہیں دہراؤں گا، میں نئی بات کروں گا۔ پہلے تو یہ جو واقعہ ہوا اس کی ہم سارے قبائل بھرپور مذمت کرتے ہیں کہ بہت برا ہوا، اس کی انکوائری ہونی چاہیے، یہ ایک ظلم ہوا ہے اور ظلم کی انتہا ہوئی ہے۔ آج ہمارے ممبران نے تقاریر تو کیں لیکن یہ جو کمیٹی نے کیا ، اس سے ایک جمہوری سسٹم چلا ہے، اس کے خلاف تو کافی تقریریں کی گئیں۔ پرسوں 70لوگ مرے، ایک ممبر نے بھی ان کے لیے بات نہیں کی کہ کیا ہوا، لیکن جب انہوں نے سیاست کرنی ہوتی ہے اور ایک جمہوری سسٹم کو توڑنا ہوتا ہے تو اس پر بہت بولا جاتا ہے۔ جہاں آگ لگی تھی، چاہیے تو یہ تھا کہ یہ جمہوری لوگ وہاں جاتے اور پانی ڈالتے، نہ کہ وہاں جا کر پٹرول چھڑک کر لوگوں کو اور راستوں پر گامزن کریں۔ کمیٹی نے اسے 9 ماہ میں تیار کیا، آج جن لوگوں نے یہاں تقاریر کیں، انہوں نے اس میں مانسہرہ کے لوگوں کے لیے ایک بھی proposal نہیں دی، ایک نام بھی تجویز نہیں کیا،اس پر کوئی بات نہیں کی۔

(Thumping of desks)

سینیٹر عباس خان: جب وہاں پر ایک issue اٹھا تو اس کو غلط راستے پر ڈال دیا گیا، جس طرح ہمیشہ ایک issue بنتا ہے اور اس issue پر اپنی سیاست کرتے ہیں اور قوموں کو غلط راستے پر لے جاتے ہیں۔ اس وقت اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کا ٹائم تھا، ایک کمیٹی نے محنت کی، بہت سے issues حل کیے، بلوچستان ہے، صوبہ سرحد پختونخوا کا نام ہے، صوبوں کے اختیارات ہیں، دنیا کے

issues ہیں لیکن اس کو مخصوص لوگوں نے اپنی سیاست کا ایجنڈا بنا کر وہاں بیگناہ لوگوں کو مروایا، اس کی بات نہیں کی جاتی۔ میں نے کہا کہ 70 لوگ مرے، ایک ممبر نے بھی بات نہیں کی کہ پرسوں 70 لوگ کیوں مرے، کیا وہ انسان نہیں تھے، وہ اس قوم کے بچے نہیں تھے، وہ یہاں نہیں رہتے تھے۔ وہ اسی قوم کے بچے تھے لیکن صرف اپنی سیاست کے لیے قوم کو غلط رخ پر لگایا جاتا ہے۔ یہ جو آئینی کمیٹی نے کارنامہ سرانجام دیا ہے ہمیں اس پر فخر کرنا چاہیے، اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ اس کی تعریف ہو رہی تھی لیکن اس کو ایک issue بنا لیا گیا۔ یہ کارنامہ ایک جمہوری سسٹم نے کیا، اسے پوری اسمبلی نے pass کیا اور وہ سینیٹ میں آیا۔ اب کہا جا رہا ہے کہ وہ اسمبلی کیا ہے، آپ کیا چاہتے ہیں، roads پر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ وہی آمریت دوبارہ آئے۔ آپ میں وہ guts نہیں کہ آپ کوئی فیصلہ کریں۔ آپ لوگ اسی آمریت کی پیداوار ہیں جس کی وجہ سے آپ لوگوں نے یہ احتجاج کیا اور یہ آج بھی وہی مسائل بنا رہے ہیں۔ اس قوم کو اسی راستے پر چلا رہے ہیں۔

(Thumping of desks)

سینیٹر عباس خان: یہ جمہوری سسٹم کافی وقت کے بعد چلا ہے اور ایک آئینی کمیٹی نے بڑی محنت و کوشش سے ایک document تیار کیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پوری قوم کو اعتماد میں لیں اور اس خوشی کو enjoy کریں۔ احتجاج کا ہر ایک کو حق پہنچتا ہے۔ ہم 8 سال سے مر رہے ہیں لیکن ہم نے ٹائروں کو نہیں جلایا، ہم نے بندوق نہیں اٹھائی۔ ہم روزانہ 50,100 مرتے ہیں لیکن ہم نے یہ نہیں کیا کہ پاکستان کے خلاف بات کریں۔ آئینی کمیٹی میں فاٹا کے لیے ہمارے ممبران نے ایک بھی proposal نہیں دی، ہم بھرپور احتجاج کرتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ جو کام انہوں نے کیا وہ غلط ہے۔ وہ کام ہمارے لیے پھر ہو جائے گا اور اگر پاکستان رہے گا تو ہماری بات پھر سن لی جائیں گی لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ نہیں ہوا تو یہ نہ کیا جائے۔ ہمیشہ قوم کو دھوکہ دیا جاتا رہا ہے اور مزید اس قوم کو دھوکہ نہ دیں۔ بہت بہت شکریہ۔

(Thumping of desks)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ چوہدری شجاعت صاحب۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب چیئرمین! یہ جذبات کا وقت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ تقریر کر کے، ڈیسک بجوا کر بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہوں گا اس کا کوئی

تدارک ہونا چاہیے۔ ملک صاحب نے ہماری پارٹی کے متعلق کہا تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس گناہ اور جرم میں ہم کبھی بھی شریک نہیں ہوں گے۔ جناب والا! یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کا حل نہیں نکل سکتا، آج جو جمہوریت کو مضبوط کرنے کے لیے یہاں پر rostrum سجایا گیا ہے، اگر ہم نے اس کے لیے 60 یا 70 لاشوں پر سے گزرنا ہے تو بہتر ہے اس کو ذرا ہٹا دیا جائے، کوئی ایسا طوفان نہیں آئے گا، اتنے سالوں تک اگر کوئی حل نہیں نکل سکا تو اگر آج حل نکلنے کا موقع آیا ہے تو اس میں بھی ہم رکاوٹ پیدا نہیں کریں گے۔

جناب چیئرمین! میری ایک تجویز ہے کہ آج آئینی ترمیم کو موخر کر دیا جائے اور اعلان کیا جائے کہ ہم اس میں ترمیم کرنے کو تیار ہیں۔ ہمارے پختون بھائی جو کہہ رہے ہیں وہ بالکل درست کہہ رہے ہیں، ان کو بھی accommodate کر کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ اس کو نیشنل اسمبلی سے ایک دو دن میں منظور کروایا جائے، ہماری پارٹی ساتھ دے گی، منظور کروا کر دوبارہ سینیٹ میں آجائے تو کوئی ہرج نہیں ہوگا، اگر کوئی مسئلہ 40سال تک حل نہیں ہو سکا تو اگر چار دن میں حل ہو جائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی راجہ صاحب۔ I think let us now conclude.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! میں آپ کی اجازت سے سابق MNA جناب محمود خان اچکزئی صاحب اور سابق سینیٹر اکرم شاہ صاحب جو کہ یہاں موجود ہیں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

(Thumping of desks)

Mr. Chairman: Both are welcomed.

جی افراسیاب خٹک صاحب اور اس کے بعد نیئر بخاری صاحب جواب دیں گے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: شکریہ جناب والا۔ میں یہاں پر اپنے ساتھی Senators کے ساتھ مل کر اس واقعہ پر گہرے افسوس کا اظہار کرتا ہوں کہ جو کہ ایبٹ آباد میں رونما ہوا ہے۔ یہ ایک بڑی tragedy ہے اور ہم سب اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ جناب والا! اس بارے میں ہم نے صوبائی حکومت کے ساتھ بات کی ہے اور کچھ اقدامات ہم نے تجویز کیے ہیں، جن کا اعلان تھوڑی دیر میں Leader of the House یہاں پر ہاؤس کے سامنے کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے ساتھی

Senators نے جو مطالبات پیش کیے ہیں اس سے ان کی تشفی ہو جائے گی اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ اقدامات ایسے ہیں کہ جن کے ذریعے ہم کسی حل تک پہنچ سکیں گے۔

جناب والا! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پندرہ دن سے جو تحریک چل رہی تھی وہ پرامن تھی، حکومت نے اس کا راستہ نہیں روکا، کسی نے روکا ٹوکا نہیں، کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپ یہ کریں یا وہ کریں، لیکن پچھلے 24 گھنٹے میں ایسی صورتحال پیدا ہوئی کہ وہاں پر دو سیاسی پارٹیوں کے درمیان ٹکراؤ کا شدید خطرہ پیدا ہوا کیونکہ دونوں سیاسی پارٹیاں ایک ایسی جگہ پر اپنی meeting کرنا چاہتی تھیں کہ جس میں جسمانی تصادم سو فیصد یقینی تھا۔ اس کے بعد حکومت کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ دفعہ 144 کا نفاذ کرے تاکہ اس ٹکراؤ کو روکا جا سکے۔ سیاسی پارٹیوں کے درمیان تو وہ ٹکراؤ نہیں ہوا لیکن وہ ٹکراؤ ایک دوسری شکل اختیار کر گیا۔ میں پولیس کے تشدد کا کوئی جواز نہیں سمجھتا اور نہ اس کو جائز قرار دیتا ہوں، کسی بھی شکل میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اقدامات ہم کرنے جا رہے ہیں اس میں اس کا پتا چل جائے گا۔

جناب والا! یہاں پر کچھ باتیں کہی گئی ہیں اور میں ریکارڈ کی درستگی کے لیے کچھ معروضات پیش کروں گا۔ مثلاً یہ بات کہ نام یک طرفہ طور پر تجویز ہوا، وغیرہ ،وغیرہ۔ اس کمیٹی میں فاٹا کے نمائندے کے علاوہ 14 سیاسی پارٹیوں کی نمائندگی تھی، ان 14 میں سے 13 سیاسی پارٹیوں نے ایک consensus اختیار کیا۔ Consensus کیا ہوتا ہے، جب 98,99 لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں تو consensus ہوتا ہے، لیکن اگر ایک پارٹی فیصلہ کرے کہ ہم نے veto کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ایک دوسری صورتحال ہے، پھر consensus کیسے پیدا ہو سکتا ہے، اگر ایک پارٹی فیصلہ کرے کہ ہم نے consensus نہیں بنانا اور اس معاملے کو ہر قیمت پر روکنا ہے تو پھر صورتحال بدل جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کمیٹی میں شروع دن سے ضابطہ اخلاق میں یہ بات طے ہو گئی تھی کہ جو پارٹی جو position لینا چاہتی ہے وہ لے سکتی ہے، یہاں جس بات پر consensus ہوجاتا ہے اس کو سب support کریں گے۔ البتہ ایک note of reiteration لکھ کر اپنی اصولی position واضح کریں، بہت سی پارٹیوں نے اس راستے کو اختیار کیا۔ اب یہ کہاں سے آ گیا کہ ایک پارٹی جا کر agitation کرے، لوگوں کو کمیٹی کے فیصلے کے خلاف سڑکوں پر نکالے اور خود کمیٹی کے خلاف تقریریں شروع کر دے۔ یہ کہاں کا سیاسی اخلاق ہے، کہاں کا جمہوری اخلاق ہے۔ اگر ہم اس طرح کا طرز عمل اختیار کریں گے تو ہم کیسے اکٹھے چلیں گے۔ اگر ہم نے یہ کیا ہوتا کہ میں جا کر فاٹا میں کہہ دیتا کہ جی آپ کو کمیٹی نے

پیچھے چھوڑ دیا ہے، آپ کا سودا ہو گیا ہے تو خیبر ایجنسی سے لے کر باجوڑ ایجنسی تک سب جگہ جلوس نکال رہے ہوتے۔ کوئی بلوچستان میں جا کر کہتا کہ ڈاکٹر مالک صاحب نے آپ کے حقوق نہیں مانگے، آپ کا سودا ہو گیا، وغیرہ، وغیرہ، بلوچستان میں جلوس نکلتے۔ مندوخیل صاحب نے جو کہا ہے اور اگر ان کی position کے بارے میں کوئی باہر جا کر کہے کہ آپ نے کیا لیا ہے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ ایک پوری تحریک شروع ہو سکتی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ جمہوری سیاسی قوتوں نے طے کیا تھا کہ آمریت کی باقیات کو دفن کرنے کے لیے وہ آپس میں تعاون کریں گے، ان کے درمیان ایک ضابطہ طے ہوا تھا۔ بد قسمتی سے اس ضابطے کی کھلی خلاف ورزی کی گئی ہے اور وہ بھی یہ صورتحال پیدا کرنے کی ذمہ دار ہیں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبے میں کوئی زبان کا مسئلہ نہیں ہے، ہم سب ایک ہیں۔ پشتو بھی ہماری زبان ہے ، ہندکو بھی ہماری زبان ہے، دوسری زبانیں بھی ہماری زبانیں ہیں ،وہ سب دھرتی کی زبانیں ہیں اور ہماری پارٹی کو دیکھیں ، ہماری پارٹی کی senior leadership میں کون لوگ ہیں۔ سینئر وائس پریذیڈنٹ حاجی عدیل صاحب آپ کے سامنے بیٹھے ہیں، یہ ہندکو بولنے والے ہیں۔ ہمارے دوسرے بہت سارے محترم لیڈر ہیں جو ہندکو بولنے والے ہیں۔ یہ ایسی بات نہیں ہے ، بات سیاست کی ہے، جمہوری سیاست، اصولی سیاست ، سیاست کی بنیاد پر ہم اتحاد بنائیں گے یا مخالفت کریں گے کسی اور نام پر نہیں کریں گے۔

جناب والا، جب ہم نے سنا کہ ایبٹ آباد میں ہمارے محترم مسلم لیگی زعماء جمع ہوئے ہیں اور چونکہ ان کا اسلام اور پاکستان کے ساتھ تعلق کا بڑا دعویٰ ہے تو ہمارا خیال تھا کہ وہ اگر وہاں پر نام کے بارے میں بحث کریں گے تو ان کے ایجنڈے پر یہ ضرور ہو گا کہ وہاں رنجیت سنگھ کے ایک جرنیل ہری سنگھ نلوا کے نام پر ایک شہر کا نام ہے ہری پور، شاید ان کو شکایت ہو گی کہ یہ نام نہیں ہونا چاہیے یا راجہ مان سنگھ کے نام پر مانسہرہ ہے تو ہمارا خیال تھا کہ وہ اس کو بدلنا چاہیں گے یا ایک انگریز افسر ایبٹ کے نام سے ایبٹ آباد ہے وہ اس کے بارے میں بات کریں گے لیکن بات چلی تو مسلمان پشتونوں کے بارے میں بات ہوئی کہ ان کے نام سے یہ نام کیوں رکھا گیا ہے۔ یہ سب آپ کے سامنے ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر افراسیاب خان خٹک: جناب والا! یہ بڑی ستم ظریفی ہے کہ جب ہمارے صوبے کے نام کی بات آتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ ریفرنڈم کرائیں۔ میں ریفرنڈم کے بارے میں، میں زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ ریفرنڈمز کی تاریخ ہمارے ہاں خاصی مشکوک ہے۔ حبیب جالب کو میں quote کروں گا۔

اس نے کہا تھا

شہر میں ہو کا عالم تھا

جن تھا یا ریفرنڈم تھا

اگر یہ بات ہے تو سارے صوبوں کے بارے میں یہ بات ہونی چاہیے۔ کس صوبے میں ایک زبان بولنے والے لوگ موجود ہیں۔ آپ پنجاب پر نظر ڈالیں، سرائیکی کتنی بڑی آبادی ہیں اگر کل سرائیکی کہہ دیں کہ ہم ریفرنڈم کرانا چاہتے ہیں تو اس میں آپ کا کیا خیال ہے۔ اسی طرح پاکستان کا ہر صوبہ multilingual ہے۔ یہ arguments کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جمہوریت ہے، جمہوریت میں majority کی بات کو قبول کیا جاتا ہے اور کوئی طریقہ ہے ہی نہیں جمہوریت میں۔ اگر آپ کہیں گے کہ نہیں، ایک پر veto ہوگا دوسرے پر veto نہیں ہوگا تو یہ تو کوئی جمہوریت نہیں ہے۔ یقیناً ہم تشدد کی تحقیق کریں گے، جو ذمہ دار ہوگا اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔ بڑے سے بڑا آدمی ہو، جو بھی ہو، اس کے خلاف کارروائی ہوگی لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی اپیل کریں گے کہ لوگ تشدد کی حوصلہ افزائی نہ کریں، لوگ آگ پر تیل نہ چھڑکیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہاں مسلم لیگ کے بہت سارے زعماء کے گھروں پر حملے کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔ ہماری پارٹی کے دفتر پر حملہ ہوا، ہم نے اس پر react نہیں کیا اس لئے کہ ہم سمجھتے تھے کہ یہ ایک احتجاجی تحریک ہے اور اس کو چلنے کا حق ہے، وہ چلے جب تک وہ تشدد نہیں کرتے لیکن جناب والا! جب سے کچھ سیاسی پارٹیوں نے اس کو point scoring کے لئے استعمال کیا۔ وہاں پر جا کر اور provocative نعرے دے کر اور اشتعال انگیز تقریریں کرکے لوگوں کو بھڑکایا، اس کے بعد صورتحال بدل گئی ورنہ اس سے پہلے یہ نہیں تھی۔ پرامن تحریک چل رہی تھی اور ہمیں کوئی تکلیف نہیں تھی، کوئی پریشانی نہیں تھی لیکن جب سیاسی لوگوں نے اس کو استعمال کرنا شروع کیا اور وہ بھی محدود انتخابی مقاصد کے لئے۔ اپنے حلقوں میں جنہوں نے شکست کھائی تھی انہوں نے کہا کہ جو جیتے ہیں ہم ان سے انتقام لیں گے، ان کو embarrass کریں گے۔ ان محدود مقاصد کے لئے قومی مفادات کو داؤ پر لگایا گیا۔ اگر ہم نے اس ملک کو چلانا ہے تو اس طرح کے

رویوں سے گریز کرنا ہوگا۔ یہ بڑی افسوس ناک بات ہوگی کہ بڑا نام رکھنے والی سیاسی پارٹیاں علاقائی طرز عمل اختیار کرلیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ضرورت ہے کہ ہم اس سے نکلیں، بڑے پیمانے پر سوچیں اور یہ بڑی افسوس ناک بات ہے کہ جب پختونوں کے نام کی شناخت کی بات آجاتی ہے تو ساری دنیا کے مسائل کھڑے جاتے ہیں اور جیسے میرے بھائی سینیٹر عباس نے کہا کہ پختونوں کا خون تو ارزاں ہے وہ تو:

نہ مدعی نہ خوں بہا حساب پاک ہوا
یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا

وہ تو بہتا رہے گا اس کے بارے میں تو بات نہیں ہوگی جب ان کی شناخت کی بات آئے گی تو پھر اس میں سو کیڑے نکالے جائیں گے۔ مجھے شکسپئر یاد آتا ہے King Lear کے بارے میں اس نے کہا 'As flies to the wanton boys are we to gods, they kill us for their sport' ہمیں تو اس طرح سے مارا جا رہا ہے اور یہاں جب ہماری شناخت کی بات ہوتی ہے تو جیسے خدانخواستہ کسی اور ملک نے حملہ کردیا ہے۔ Patriotism کی ضرورت اس وقت ہے اور سارا patriotism اس میں ہے کہ پختونوں کا نام اس ملک میں نہ ہو، اس ملک کے نقشے پر نہ ہو۔ میں request کروں گا کہ جو کمیٹی نے کام کیا ہے اس کو داؤ پر نہ لگایا جائے اور اس کو ضد اور انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ جو جمہوری طریقہ ہے اس کے مطابق کام کیا جائے۔ جہاں تک ہزارہ کے عوام کا تعلق ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں وہ ہمارے بھائی ہیں، ہم انشاء اللہ ان کو بھائی بنائیں گے۔ ہم نے پہلے بھی ان کا ساتھ دیا ہے اور دیتے رہیں گے۔ ہمارے صوبے کی تاریخ میں سب سے زیادہ Chief Ministers ہزارہ سے رہے ہیں اور دو دفعہ ہماری پارٹی نے ان کی حمایت کرکے وزیراعلیٰ بنایا ہے، ہم ان کو تیسری دفعہ بھی بنائیں گے، چوتھی مرتبہ بھی بنائیں گے۔ ان کو انشاء اللہ کوئی شکایت نہیں ہوگی اور ان کے خلاف کوئی تفریق نہیں برتی جائے گی۔ ہم ان کو اعتماد میں لیں گے لیکن ہمیں یقین ہے کہ جب تک سیاسی پارٹیاں اپنا طرز عمل درست نہیں کرتیں اس وقت تک صورت حال کو سدھارا نہیں جاسکتا۔ مہربانی۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: Thank you Mr. Chairman. گزارش یہ ہے کہ جس طرح Business Advisory Committee میں طے ہوا کہ ایک بڑا important issue کہ جو واقعات ایبٹ آباد میں ہوئے اس حوالے سے سینیٹ میں اس پر discussion ہو۔ اس پر members اپنے sentiments House میں convey کریں۔ یہ ایک اچھی بات ہے کہ آج آپ نے ایک موقع فراہم کیا جس پر تمام political parties کی leadership نے اپنا اپنا point of view دیا۔ Violence چاہے وہ کسی صورت میں بھی ہو یا کسی جانب سے بھی ہو ہم اس کے ہمیشہ خلاف رہے ہیں اور state aggression کے خلاف بھی رہے ہیں۔ اس کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی نے ، اس کے کارکنوں نے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں۔ آج پاکستان کی political leadership کو زیادہ responsible and sane attitude adopt کرنے کی ضرورت ہے۔ جب اس issue پر 18th Amendment اور بالخصوص Article 1 کے حوالے سے بات ہوئی تو اس کو electoral politics میں نہیں لے جانا چاہیے۔ سینتیس سالوں بعد وہ آئین جسے آمریت نے pollute کیا، عوام کے حقوق چھینے، اس پر Committee Constitute کی گئی اور اس نے نو ماہ اپنی meetings کیں۔ ایک اہم بات یہ کہ اس کمیٹی کی meeting کے آغاز پر جب اس کے Rules of Procedure and Conduct of Business طے کیے گئے تو اس وقت یہ معاملات بھی طے ہوئے کہ difference of opinion or dissenting note آسکتے ہیں لیکن اس پر ایک consensus develop ہوگا اور 2\3rd majority سے جب کوئی چیز پاس ہو جائے گی تو وہ سب کے لئے قابل قبول ہوگی۔ جو leadership وہاں پر موجود تھی اس سے commitments ہوئیں۔ میں سمجھتا ہوں ethics and morality یہ demand کرتی ہے کہ we should stick to those commitments. عوام کے منتخب نمائندے وہاں پر موجود تھے۔ آج عوام کے جذبات ضرور ہیں، کچھ لوگوں کو گلہ شکوہ بھی ہوگا لیکن پارلیمان میں ان کے نمائندے بیٹھ کر فیصلہ کرتے ہیں اور ان کے نمائندوں کی موجودگی میں یہ فیصلہ ہوا اور میں آج یہ سمجھتا ہوں کہ جو واقعات ایبٹ آباد میں ہوئے ان پر ہمیں دکھ ہے۔ وہاں بے گناہ اور معصوم جانیں ضائع ہوئیں، نوجوان وہاں پر شہید ہوئے اور وہاں پر جو political parties کی کچھ meetings وغیرہ تھیں، جس طرح آج اخبارات میں آیا ہے ان کے لئے district administration نے اگر کوئی اپنا بندوبست کیا ہوگا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں انتظامیہ

ناکام رہی ۔ اس کو اس violence کی طرف نہیں جانا چاہیے تھا اور بالخصوص وہ officials جن کے بارے میں یہاں ممبران نے ذکر کیا کہ ان کا کوئی responsible attitude نہیں تھا یا انہوں نے اپنی responsibility قانون کے مطابق نہیں نبھائی تو ان افسران کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔ میں Chief Minister پختونخوا سے یہ ضرور گزارش کروں گا کہ اس کے لئے ایک Judicial inquiry hold ہونی چاہیے اور جو لوگ responsible ہیں اس violence کے اور جو وہاں لوگوں پر تشدد ہوا اور جو شہید ہوئے، ان کے سرکاری ملازمین جو وہاں اس میں ملوث ہیں ان کے خلاف قانونی کارروائی ہونی چاہیے اور ہم ensure کریں کہ جو report آئے گی اور جو لوگ ملوث ہوں گے they will be taken to the task. میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ضروری ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: یہاں پر محترم شاہ صاحب نے بھی ذکر کیا Article 239 کا، میں تھوڑا سا reference دے دوں، وہ territorial limits کے بارے میں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی جو contention تھی کہ اس سے کوئی ambiguity سامنے آئے گی کہ شاید Article 239 کو کمیٹی نے examine نہیں کیا، وہ اس Article اور provision کے مطابق نہیں تھی۔

I again assure this House that the people who are responsible for any violent act in Abbottabad would be taken to task. Thank you very much.

Mr. Chairman: Bokhari sahib, please move the motion.

میاں صاحب! چونکہ Private Members Day ہے تو rules کو suspend کرنا پڑے گا۔ بخاری صاحب! motion move کردیجیے۔

Legislative Business

Motion for Supervision of Rules

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in Senate, 1988, the requirements of Rule 22 of the said rules be dispensed with in order to move a motion for consideration of the Constitution (Eighteenth Amendment) Bill, 2010.

Mr. Chairman: I put the motion to the House, it has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in Senate, 1988, the requirements of Rule 22 of the said rules be dispensed with in order to move a motion for consideration of the Constitution (Eighteenth Amendment) Bill, 2010.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: We may now take up item No.2. Mian Raza Rabbani sahib, Advisor to the Prime Minister, please move the motion.

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب! اگر برا نہ لگے تو آپ سے درخواست ہے کہ اردو میں بات کریں۔

Consideration of the Constitution Eighteenth Amendment Bill, 2010.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I beg to move that the Bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (Eighteenth Amendment) Bill, 2010], as passed by the National Assembly, be taken into consideration.

Mr. Chairman: It has been moved that the Bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (Eighteenth Amendment) Bill, 2010], as passed by the National Assembly, be taken into consideration. Is it opposed?

Senator Wasim Sajjad: Yes sir.

Mr. Chairman: Let the speeches be done. Mian sahib, please.

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین صاحب! آج کا دن پاکستان کی تاریخ کا ایک خصوصی دن ہے کہ آج سینیٹ آف پاکستان ایک ایسے آئین کے ترمیمی بِل پر بحث کا آغاز کر رہی ہے جو National Assembly of Pakistan unanimously سے pass ہو کر آیا۔ جیسا کہ آپ کو

اس بات کا علم ہے کہ یہ Bill ایک Joint Parliamentary Committee کے سامنے نو مہینے سے زائد وقت زیرِ بحث رہا اور پھر تمام سیاسی جماعتوں نے جو اس آئینی کمیٹی کے اندر موجود تھیں، 31 مارچ کو اپنے دستخط اس Bill پر کیے۔ یہ ایک تاریخی Bill اس اعتبار سے بھی ہے کہ وہ تمام سیاسی جماعتیں اور independent groups جو پارلیمان کے اندر موجود ہیں، انہوں نے اپنے دستخط اس Bill پر کیے۔

یہ بھی ایک تاریخی بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ کے لیے ایک اعزاز کی بات ہے کہ یہ سینیٹ جس نے ہمیشہ، ہر وقت بلوچستان کے اندر جو ظلم و بربریت ہوئی، اس کی یہاں پر آواز اٹھائی گئی لیکن یہاں کے وہ اراکین جن کا تعلق صوبہ بلوچستان سے تھا، ان کے بھی دستخط اس document پر موجود ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! آج مجھے جہاں پر خوشی ہے، وہیں افسوس بھی ہے۔ افسوس اس بات کا کہ آج جب یہ بل سینیٹ میں پیش ہو رہا ہے تو یقیناً it is a moment of rejoicing for the entire nation لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو واقعات ایبٹ آباد میں ہوئے، وہ افسوسناک ہیں۔ جیسا کہ آپ کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ coalition government کے اندر موجود تمام جماعتوں نے آمریت کے خلاف اور ریاست کے جبر کے خلاف جدوجہد کی ہے، یقیناً یہ ہمارے لیے ایک خوش آئند بات نہیں ہے کہ معصوم لوگ جاں بحق ہوئے، شہید ہوئے۔ میں یہاں پر اتنا ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ اس issue کو ہمیں politicize نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں جو راستہ جمہوریت نے، dialogue کا، افہام و تفہیم کا اور reconciliation کا دکھایا ہے اور جس راستے کو ہم نے ہمیشہ اپنایا ہے، اسی راستے پر ہمیں گامزن ہونا چاہیے۔ آج جو ملک کی صورت حال ہے ملک کے اندر اور ملک کے باہر، ایک بہت عرصے کے بعد 31 مارچ کو جب ایک national consensus ابھر کر سامنے آیا ہے تو قوم نے ایک سکھ کا سانس لیا ہے۔ اب اگر ہم اس کو اس طریقے سے whittle down کرنے کی کوشش کریں گے تو میں نہیں سمجھتا کہ that will augur well for the future.

جناب چیئرمین! اس Bill میں بہت سے sensitive issues take up کیے گئے۔ ایسے issues جو 1973 کے آئین کے بعد کالے بادلوں کی طرح وفاق پر منڈلا رہے تھے۔ ایسے issues جنہوں نے صوبوں کے درمیان polarization کو جنم دیا۔ ایسے issues جنہوں نے وفاق اور صوبوں

کے درمیان polarization کو جنم دیا لیکن اس کمیٹی نے ان تمام issues کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ حل کیا اور ایک consensus develop کیا۔ یہ بات درست ہے کہ provincial autonomy کے مسئلے پر تمام جماعتوں کی خواہشات شاید پوری نہ ہوسکی ہوں لیکن جناب چیئرمین! جمہوریت کا حسن ہی یہ ہے کہ جب آپ dialogue کی table پر بیٹھتے ہیں، جب آپ dialogue شروع کرتے ہیں تو اس وقت آپ کو کچھ اپنے stance سے پیچھے ہٹنا ہوتا ہے اور کسی اور کو اپنے stance سے آگے جانا ہوتا ہے۔ There were two extreme ends of the pendulum on the question of provincial autonomy لیکن میں خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کمیٹی کے ان تمام اراکین کو جنہوں نے political sagacity show کی، جنہوں نے political maturity show کی، جنہوں نے اپنی party consideration سے اوپر اٹھ کر، وفاق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، وفاقِ پاکستان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، فیصلے اتفاقِ رائے سے کیے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: انہوں نے فیصلے اتفاق رائے سے کیے اور آج ایک consensus document 18th Amendment کی شکل میں آپ کے سامنے موجود ہے۔ یہ بات درست نہیں کہ انہوں نے compromises ہوئے، جناب چیئرمین! انہوں نے compromises آمروں کے وقت میں ہوتے تھے جب پارلیمان کو صرف اس لیے استعمال کیا جاتا تھا کہ وہ آمرِ وقت کی دی ہوئی amendments کی توثیق کرے لیکن 1973 کے آئین کے بعد یہ وہ واحد پارلیمنٹ ہے جس نے on its own motion, خود بیٹھ کر اپنی آئینی ترامیم تجویز کیں اور انہی آئینی ترامیم کو خود pass کر رہی ہے۔ 1973 کے بعد یہ پہلی پارلیمان ہے۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! جہاں پر میں نے کمیٹی کے ممبران کا شکریہ ادا کیا اور ان کے کردار کے بارے میں آپ سے عرض کیا وہاں یقیناً میں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ اگر ان کا تعاون شاملِ حال نہ ہوتا اور اگر ان میں سے ہر ایک وہ کردار ادا نہ کرتا جو اس نے اس کمیٹی میں کیا تو شاید یہ منزل آج ہمیں ایک مرتبہ پھر elude کرتی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں سیاسی جماعتوں کی لیڈرشپ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اگر ان کی فہم و فراست اور ان کی اجازت نہ ہوتی تو شاید ممبران کھلے

دل اور confidence کے ساتھ فیصلے کرنے میں ناکام ہو جاتے۔ میں ذاتی طور پر اپنی پارٹی کے Co-chairman کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے پارٹی کی ٹیم میں ڈال کر یہ موقع فراہم کیا کہ میں یہ تاریخی فرض دوسرے دوستوں کی مدد سے ادا کرسکوں۔ میں ان کا اس بات کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس پورے process میں ان کا کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں تھا کیونکہ یہ پہلی مرتبہ پاکستان میں یا میں سمجھتا ہوں کہ Subcontinent کی تاریخ میں ہے کہ ایک incumbent President جس کے پاس powers موجود ہوں وہ خود اپنی powers Parliament کو abdicate کر رہا ہو۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! میں یہاں پر یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب کمیٹی یہ آئینی ترامیم دیکھ رہی تھی تو اس کے سامنے کچھ objectives تھے اور ان objectives میں سب سے پہلا تو یہی تھا کہ جو 1973 کے آئین کے basic principles کو violate نہیں ہونا ہے۔ اللہ کی مہربانی سے اس کے اندر کوئی ایسی ترمیم موجود نہیں ہے جو fundamental principles of the 1973 Constitution یا 1973 Constitution کے pass ہونے سے پہلے جو چودہ رکنی کمیٹی بنی تھی اور اس کا جو accord ہوا تھا، جس میں basic principles کو lay down کیا گیا تھا، ان میں سے کسی fundamental principle کو یہ آئینی ترمیم violate نہیں کرتی ہے۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: دوسری بات جو مدنظر رکھی گئی، وہ یہ تھی کہ ہم نے institutions کو مضبوط کرنا ہے، ادارے مضبوط ہوں گے، اپنی آئینی حدود کے اندر رہتے ہوئے کام کریں گے تو جمہوریت بھی مضبوط ہو گی، وفاق بھی مضبوط ہو گا۔ جب ہم اداروں کی مضبوطی کی بات کرتے ہیں تو اس سے دو چیزیں out flow کرتی ہیں، ایک trichotomy of power اور دوسرا systems. کمیٹی نے اس بات کا بھی سختی سے، consciously خیال رکھا application of mind کی کہ کہیں پر the principle of trichotomy of power جو 1973 کے آئین میں موجود ہے، اس کو violate نہ کیا جائے۔ آج میں یہ بات کمیٹی کے behalf پر نہایت فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ principle of trichotomy of power کو ہم نے respect کیا اور اس principle of trichotomy of power کو کہیں پر بھی transgress نہیں کیا۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: پھر ہماری کوشش یہ تھی کہ systems کہاں پر خراب ہوتے ہیں، discretion پر۔ آئین کے اندر بہت سی ایسی شقیں موجود ہیں جہاں پر صدر کی discretion تھی، جہاں پر وزیراعظم کی discretion تھی، جہاں پر دیگر لوگوں کی discretions موجود تھیں۔ لہذا ایک conscious فیصلہ یہ ہوا کہ discretion کو جہاں تک ممکن ہو، میں یہ claim نہیں کرتا کہ ہم نے totally discretion کو ختم کر دیا ہے لیکن جہاں تک ممکن ہے discretion کو ختم کیا جائے اور ایک system جو transparent ہو، ایک system جو collective ہو، ایک system جو merit oriented ہو اور ایک system جو trichotomy of power کو violate نہ کرتا ہو، ایک ایسے system کو جنم دیا جائے، لہذا یہ ایک اور objective تھا جو کمیٹی کے سامنے تھا۔

جناب چیئرمین! صوبائی خودمختاری کے مسئلے کو دیکھتے ہوئے ہم نے یہ بھی دیکھنا تھا کہ اگر دو ends of the pendulum ہیں تو ایک mean position کہاں پر strike ہو سکتی ہے اور وہ بھی mean position ایسی ہو جو 1973 کے آئین کے fundamental principles کو violate نہ کرتی ہو۔ لہذا ایک system 1973 کے آئین میں دیا گیا تھا وہ ایک بہترین system تھا، Article 153 and 154 کے تحت Council of Common Interests لیکن بدقسمتی سے اس کو practice نہیں کیا گیا۔ بدقسمتی سے Council کی تشکیل نہیں ہوتی تھی، تشکیل ہو جاتی تھی تو میٹنگز نہیں ہوتی تھیں۔ جب سے 1973 کا آئین بنا اگر میری یادداشت صحیح ہے، سلیم سیف اللہ صاحب کو بہتر یاد ہو گا because he also remained Minister for Inter-Provincial Coordination and he also undertook an exercise for amendments and he also undertook an exercise to empower the Council of Common Interests, but unfortunately matters took a different turn تو شاید جہاں تک مجھے یاد آتا ہے and I stand to be corrected by him 11 or 12 total meetings of Council of Common Interests اب تک ہوئیں۔ لہذا ہم نے سی سی آئی کو زیادہ موثر بنایا اور اس کے پیچھے کونسی چیز کارفرما تھی؟ وہ یہ تھی کہ ایک Collective Dispute Resolution کا سسٹم ہو جس میں صوبے اور وفاق شریک ہوں۔ ایک Collective Resources Management کا سسٹم ہو جس میں صوبے اور وفاق دونوں شریک ہوں۔ ایک

Collective Resources Management کو، Resource Sharing کو آگے بڑھانے کا مسئلہ اور پھر ہم نے Provincial Autonomy کے مسئلہ کو take up کیا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ وہ شقیں آپ کے سامنے رکھوں، میں یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کمیٹی نے اپنی تمام proceedings in camera اس لیے کیں تاکہ ممبرز بغیر کسی outside دباؤ کے اپنے points of view دے سکیں، بحث کر سکیں تاکہ ایک mutual understanding, اور ایک mutual راستہ نکل سکے۔

میں یہاں پر پھر ایک بار ان تمام ممبران کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کمیٹی کے اس فیصلے کی پابندی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں میڈیا کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے شروع میں تو کوشش کی لیکن پھر انہوں نے سوچا کہ چلیں کمیٹی کو کام کرنے دیں اور ا نہو ں نے کمیٹی کے کام میں کوئی interference نہیں کی۔ جناب چیئرمین! کمیٹی کے اندر، جیسے پہلے بات کی گئی اور میں بھی جلدی سے دہراتا چلوں کہ ہر سیاسی جماعت کا اپنا نقطہ نظر تھا، ہر سیاسی جماعت کا اپنا ایک منشور تھا اور اس منشور کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر سیاسی جماعت نے اپنی proposals دیں۔ جتنی بھی جماعتیں کمیٹی کے اندر موجود تھیں ان سب کی proposals آئیں۔ اس کے علاوہ کمیٹی نے دو دفعہ public notice کے ذریعے سے general public سے recommendations منگوائیں۔ میرا خیال ہے آٹھ نو سو کے قریب recommendations آئی تھیں جن کو consider کیا گیا۔ پھر کمیٹی نے اس بات کا بھی فیصلہ کیا کہ ,....note of dissent یہ ساری باتیں میں اس لیے کر رہا ہوں کہ کس طرح consensus building ہوئی، آج اگر national consensus ہمارے سامنے موجود ہے تو وہ کس طرح سامنے آیا ورنہ آپ کو پتا ہے جناب چیئرمین، normally notes of dissent ہوتے ہیں لیکن کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ کیونکہ ہم آئین میں ترمیم کرنے جا رہے ہیں، کیونکہ اتنے ticklish national issues کو ہم solve یا ایک حد تک ان کی solution لے کر سامنے آ رہے ہیں لہذا dissent کا لفظ نہیں ہونا چاہیے۔ Note of reiteration رکھا گیا کہ ہر سیاسی جماعت اپنے point of view کو reiterate کر دے کہ یہ میری stated position ہے لیکن اتفاق رائے کے لیے جو کمیٹی کا فیصلہ ہوا ہے ہم اس فیصلے کے پابند ہیں۔ جب matter House میں آئے تو تقاریر ہوں۔ اس میں اپنا point of reiteration دوبارہ رکھا جائے اور پھر جو ووٹ پر بات آئے تو جو consensus document sign ہوا ہے اس کے مطابق وہ اس پر چلیں۔

جناب چیئرمین! یہاں پر Leader of the House نے تو point out کیا ہے لیکن میں پھر ایک بار point out کرنا چاہتا ہوں کہ Article- 239 کا Clause-4, and let this be very clear. اس کا تعلق نام سے نہیں ہے۔

Article 239(4) provides that, "A bill to amend the Constitution which would have the effect of altering the limits of a province shall not be presented to the President for assent unless it has been passed by the Provincial Assembly of that province by the votes not less than 2/3rd of its total membership." So, it is dealing with the limits. جب آپ کسی صوبے کی حدود کو، boundaries کو change کرنے جا رہے ہیں تو اس وقت applicable ہوگا۔ جب شق ۔3 پر آئیں گے اور نام کی بات ہوگی تو اس وقت میں مزید آپ کے سامنے اپنی گزارشات رکھوں گا لیکن جناب چیئرمین! یہاں پر میں آپ کو بل کی کچھ شقوں کی طرف لیے چلتا ہوں۔اس میں سب سے پہلے میں آپ کی توجہ ان شقوں کے articles کی طرف لے کر چلتا ہوں جنہوں نے ایک حد تک سینیٹ کی powers کو یا تو بڑھایا ہے یا سینیٹ کے عمل دخل کو governance کے اندر increase کیا ہے۔

Mr. Chairman, first of all..., and I apologise for speaking in English now.

میں معذرت چاہتا ہوں کہ مجھے اب انگریزی میں بات کرنا پڑے گی کیونکہ اب شقوں کا تعلق ہے۔

جناب چیئرمین: حافظ رشید صاحب، میں سمجھتا ہوں ، اب آپ اپنا headphone لگا لیجئے تاکہ آپ ترجمہ سن سکیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: میں کوشش کروں گا کہ جہاں تک ہو سکے میں اردو میں بات کر سکوں، میں کروں۔

Sir, first of all we will move to Article 48. Now we are talking about the Senate of Pakistan. I am talking about Article 48. Article-48, we have introduced that deals with the referendum and in the referendum we have now provided that it is being proposed that the first it was the discretion of the Prime Minister or his

advice to the President. Now, we have said that it will have to come to a joint sitting of Parliament, that means the Senate and National Assembly, if the President or the Prime Minister wants that a referendum should be held.

Then, Mr. Chairman, we move to Article−59 of the Constitution the number of seats, at present, you would recall, is, one hundred of the Senate. It is being proposed that the number of seats from hundred be increased to a hundred and four whereby we are giving the non−Muslim representation of one seat each from the respective province. Then, Mr. Chairman, keeping in view, as I will go further, you will see that the work load of the Senate is to be increased. So, therefore, it is being proposed that an amendment in Article−61 of the Constitution that the working days from 90 be increased to a hundred and ten of the Senate. That means the minimum days would be a hundred and ten. If it meets for more it is very much there.

Then, Mr. Chairman, we have proposed an amendment in Article−70 and 71 of the Constitution. This you would recall was pertaining to the Bills and the formation of a mediation committee. Previously before the LFO, it was that the bills would go to a joint sitting of Parliament but it was thought better to have a mediation committee. So, we have proposed that we go back to a joint sitting of Parliament. When Mr. Chairman, we have proposed an amendment in Article 73 and in Article 73, the amendment, you would recall that at the moment it provides that within 7 days the Senate has to give its recommendations for the budget. We have thought that this was too short a period, so it is being proposed that from 7 days the period be increased to 14 days.

Then Mr. Chairman, we come to a very important aspect and that is the amendment of Article 89 of the Constitution which is

being proposed, which deals with Ordinance. From my point of view on two accounts is important that (a) It is important from the question of the governance. (b) It is important with respect to the Senate because you would recall Mr. Chairman, that at present the position is that in Article 89, it is provided that only when the National Assembly is in session an Ordinance can't be promulgated. یعنی صرف جب National Assembly session میں ہو گی تو Ordinance promulgate نہیں ہو گا، اس کے علاوہ اگر سینیٹ session میں ہو تو Ordinance promulgate ہو گا۔ جو ہم نے تجویز دی ہے اس میں ہم نے یہ کہا ہے کہ حکومت کی اس power کے اوپر قدغن لگنی چاہیے اور جب سینیٹ بھی session میں ہو تو حکومت Ordinances جاری نہیں کر سکے گی۔

جناب چیئرمین! آپ Law Minister بھی رہے ہیں، آپ کو اس بات کا علم ہے، وسیم سجاد صاحب بھی رہے ہیں ان کو بھی اس بات کا علم ہے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک Ordinance پانچ، چھ دفعہ repromulgate ہوتا رہتا ہے اور دونوں Houses میں نہیں لایا جاتا as a Bill لہذا اب ہم نے یہ بات propose کی ہے کہ ایک Ordinance جب promulgate ہو جائے، اپنی 120 دن کی مدت پوری کر لے، اس کے بعد وہ صرف ایک بار repromulgate ہو سکے گا وہ بھی حکومت کو one of the two Houses میں لا کر ایک resolution کے ذریعے اس کو pass کروانا پڑے گا اور وہ ایک دفعہ کی promulgation ہو گی۔ سینیٹ کے لحاظ سے تیسری بات نہایت ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ابھی Article 89 یہ provide کرتا ہے کہ جب ایک Ordinance promulgate ہو جائے اور اس کو آپ lay before the House کریں اگر وہ other than a Money Bill ہے تب بھی وہ صرف National Assembly کے اندر convert into a Bill ہو جاتا ہے، ہمارے ہاں وہ convert نہیں ہوتا ہے into a Bill لیکن ہم نے اب یہ proposal دی ہے کہ اگر سینیٹ میں بھی other than a Money Bill کوئی Ordinance lay ہو تو it would be automatically converted into a Bill and it would stand referred to the Standing Committee. Then Mr. Chairman, I think جو سب سے بڑی بات یا سب سے اہم چیز سینیٹ کے حوالے سے Article 91 کی amendment ہے۔ Article 91 کی amendment Senate کا دیرینہ مطالبہ بھی رہا ہے، وہ

یہ ہے کہ now the Cabinet together with the Ministers of State shall be collectively responsible to the Senate and the National Assembly. اس سے پہلے یہ تھا کہ Article 91 کے تحت Cabinet صرف National Assembly کو جوابدہ تھی لیکن ہم نے اب یہ propose کیا ہے کہ کابینہ سینیٹ کو بھی جوابدہ ہو۔

پھر جناب چیئرمین! Article 175 (a) میں جو Parliamentary Committee بنی ہے 175 (a) deals with the appointment of judges and that I will take up a little later لیکن اس میں بھی ہم نے یہ provide کیا ہے کہ وہ 8-Members' Parliamentary Committee ہو گی اور اس کے آدھے ارکان کا تعلق سینیٹ سے ہو گا۔ اسی طرح جناب چیئرمین! Article 213 کے تحت یعنی Chief Election Commissioner اور Chief Election Commission کی تقرری کے لیے جو پارلیمانی کمیٹی بنی ہے اس میں ہم نے یہ تجویز دی ہے کہ اس کی total membership 12 ہے اور اس میں سے 1/3rd Senate کی نمائندگی ہو گی۔ اسی طرح جناب چیئرمین! اگر ہم Article 232 یعنی imposition of emergency کے اوپر جائیں تو اس پر جو دوسری amendments دی ہیں، جب میں provincial autonomy کی بات کروں گا تو میں اس میں ان کو لے لوں گا لیکن سینیٹ کا جہاں تک تعلق ہے، اگر President on his own act کرے تو ہم نے یہ کہا ہے کہ then he shall have to place the proclamation before both Houses separately. یعنی پہلے یہ Joint Sitting میں ہوتا تھا، اس وقت سینیٹ کی تعداد کم ہوتی تھی اور سینیٹ کی آراء Joint Sitting میں سامنے نہیں آپاتی تھیں لہٰذا اس important مسئلے کے اوپر proposal یہ ہے کہ دس دنوں کے اندر اس proclamation کو دونوں Houses یعنی سینیٹ اور نیشنل اسمبلی کے سامنے الگ الگ پیش کیا جائے۔ اسی طرح Article 233 کے متعلق جیسے کہ آپ کو علم ہے that is with suspension of fundamental rights, when there is a proclamation of emergency وہاں پر بھی پہلے joint sitting تھی، اس کو ہم نے same reasoning کے اوپر bifurcate کیا ہے کہ دونوں Houses کے اندر اس resolution کو لایا جائے گا۔ اسی طرح جناب چیئرمین! Article 234, when the constitutional machinery breaks down تو اس کے لیے بھی ہم نے وہی بات کہی ہے کہ اس کی جو proclamation ہو گی وہ دونوں

Houses کے سامنے پیش کی جائے گی اور not in joint sitting تا کہ سینیٹ کی اپنی جو آراء ہیں وہ سامنے آسکیں اور اگر سینیٹ اس کو disapprove کرتا ہے تو وہ بے شک اس کو disapprove کرے۔

جناب چیئرمین! بہت سی reports جو صرف نیشنل اسمبلی کے سامنے lay ہوتی تھیں اس کے لیے ہم نے یہ propose کیا ہے کہ وہ reports اب سینیٹ کے سامنے بھی lay ہوں تا کہ سینیٹ کے علم میں ہو، دوسری بات یہ ہے کہ سینیٹ ان کے اوپر بحث کر سکے، اپنی آراء دے سکے اور حکومت تک وہ آراء پہنچیں۔ اس کے لیے جناب چیئرمین! یہ تجویز دی گئی ہے کہ Article 29 کے اندر ترمیم کی جائے اور جو report on the principles of policy جو پہلے صرف نیشنل اسمبلی کے سامنے lay ہوتی تھی اس کو اب سینیٹ کے سامنے بھی lay کیا جائے۔ اسی طرح جناب چیئرمین! Article 153 کے تحت جو report on the Council of Common Interest تھی وہ بھی تجویز کی گئی ہے کہ وہ report بھی سینیٹ کے سامنے lay کی جائے۔ Article 156 کے اندر ہم نے جو provide کیا ہے وہ یہ ہے کہ National Economic Council کی رپورٹ کو بھی سینیٹ کے سامنے الگ سے present کیا جائے۔

جناب! اسی طرح ہم نے Article 171 کے اندر ترمیم تجویز کی ہے کہ report of the Auditor General کو بھی سینیٹ کے سامنے لایا جائے تا کہ سینیٹ اس کو دیکھ بھی سکے اور سینیٹ اس کے اوپر اپنی آراء بھی دے سکے۔

Now Mr. Chairman, I will very quickly move on some of the provisions which are related to the question of provincial autonomy. اور جیسے میں نے کہا کہ یہ ایک حل طلب مسئلہ رہا لیکن مختلف ادوار میں جیسے میں نے point out کیا کوششیں ہوئیں لیکن وہ بل کی صورت میں نہیں آسکا۔ میں نہیں کہتا کہ amendments provincial autonomy کے مسئلے کو حل کر دیتی ہیں۔ میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ یہ ایک ابتدا ہے۔ یہ ایک ایسی ابتدا ہے جس میں ایک major step forward ہے اور اب اگر کوئی بھی ترمیم آئے گی تو اس کو اس سے آگے جانا پڑے گا وہ اس سے پیچھے نہیں آسکتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے unitary form of government کو کر کے دیکھ لیا۔ ہم نے ایک cohesive federalism کر کے دیکھ لیا لیکن یہ دونوں تجربات بری طرح سے ناکام ہوئے۔ ان دونوں تجربات کی وجہ سے cohesive

federalism کی وجہ سے اور unitary form of government کی وجہ سے Federation کے اندر تناؤ بڑھا۔ Federation کے اندر polarization بڑھی۔ Province to province relation fracture ہوئے اور province, federal government relationship under strain آئے۔ میں پھر یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ this is a major step forward but it perhaps is not the ultimate end میں یہاں پر یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے جب یہ amendments دیں تو ہم نے اس بات کو مد نظر رکھا کہ ہم ایک participatory federalism کی طرف بڑھیں اور federalism 73 constitution کا one of the founding principle ہے one of the basic principle وہ federalism ہے۔ لہذا ہم نے ایک participatory federalism کی جانب قدم بڑھانے کی کوشش کی اور بنیادی فلسفہ یہ سامنے رکھا کہ مضبوط مرکز نہیں، لیکن مضبوط صوبے ایک مضبوط مرکز، مضبوط وفاق کی ضمانت ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

Senator Mian Raza Rabbani: Mr. Chairman we have proposed an amendment in Article 27 of the Constitution which provides that the areas not represented in the principle of the fundamental rights, that the areas not represented in the service of Pakistan may be adequately compensated in such manner as may be determined by an act of parliament. Then I have already spoken about the amendment in Article 61 that is the increase of the days of the Senate and the Senate, since it represents the Federation therefore, it is very much relevant. Then we have proposed amendment in Article 70

اور جو آرٹیکل 70 کی amendment ہے وہ deal کرتی ہے with the deletion of the Concurrent List ہم نے یہ کہا ہے کہ Concurrent List کو مکمل طور پر ختم کیا جائے۔

جناب چیئرمین! آرٹیکل 101 کے اندر amendment کی گئی ہے اور آرٹیکل 101 کی amendment میں یہ کہا گیا ہے کہ گورنر کی appointment on the advice of the Prime Minister ہو گی and not in the discretion of the President اور دوسری

بات یہ that he shall belong to the same province and shall be registered voter of that province.

Mr. Chairman, we have proposed an amendment in Article 104 of the Constitution which provides that the speaker of the provincial assembly shall act as Governor when the Governor is unable to perform his functions and in relation to this, there is a corresponding amendment in the third schedule which deals with the oath of the Speaker.

تا کہ اس کو دوبارہ oath نہ لینا پڑے۔ جیسے آپ کے oath میں صدر کے لیے incorporated ہے
ویسے ہی ہم نے سپیکر کے oath کے لیے incorporate کر دیا ہے۔ When he acts as the
Governor تا کہ oath نہ لینا پڑے۔

Mr. Chairman, there is an amendment is Article 105 that the Governor is to act on the advice of the Chief Minister. Then we have proposed an amendment in Article 116

اور اس میں ہم نے یہ کہا ہے کہ اگر گورنر Provincial Assembly کے بل کو دس دنوں میں
assent نہیں دیتا

then it will be deemed that he has assented to the Bill.

Then there is an amendment to Article 127 of the Constitution and that provides

کیونکہ Concurrent List اب ختم ہو رہی ہے چونکہ صوبوں میں legislation کا کام بڑھ جائے گا
لہٰذا ہم نے provide کیا ہے کہ صوبائی اسمبلی کا minimum period from 70 to be
increase to a 100 days.

Mr. Chairman, there is an amendment in Article 129 that the executive authority of the province is to be exercised by the Chief Minister and the Provincial Ministers and the Chief Minister shall be the Chief Executive. Then there is an amendment in Article 130 of the Constitution which again is for good governance and this is also

applicable to the Federal Government but in a slightly different manner which I will explain. Size of the Cabinet

اب میں بات کر رہا ہوں چونکہ صوبائی اسمبلیوں کی تعداد مختلف ہے، خاص طور پر بلوچستان کی بہت کم ہے لہذا اس کو cover کرنے کے لیے ہم نے یہ کہا ہے کہ یا پندرہ ممبر یا 11% of the strength of the provincial assembly whichever is more وہ تعداد صوبائی کابینہ کی بنے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی provide کیا ہے کہ چیف منسٹرز پانچ سے زیادہ advisors مقرر نہیں کر سکیں گے۔ لہذا صوبوں میں یہ فوج ظفر موج جو advisors کی نظر آتی ہے اس کو curtail کرنے کے لیے ہے۔

جناب چیئرمین! provincial assemblies کو الیکشن کے بعد summon کرنے کے لیے جو طریقہ کار اور تاریخ نہیں دی گئی تھی اور آپ نے دیکھا کہ کئی کئی دن یا کئی کئی مہینے ماضی میں گزر گئے تھے اور اسمبلی کا اجلاس نہیں ہوتا تھا۔ 1973 میں چیف منسٹر کے الیکشن کا طریقہ کار یہ تھا کہ 21st day کے بعد it has to be summoned وہ ہم نے یہاں پر بھی provide کر دیا ہے۔ اسی طرح آرٹیکل 131 میں ہم نے جو amendment propose کی وہ یہی ہے کہ چیف منسٹر کے جو functions ہیں in relation to the Governor وہ 1973 کے Constitution میں تھے ان کو ہم نے restore کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین! اسی طریقے سے there is an amendment in Article 139 where all executive actions shall be taken in the name of the Provincial Government and not the Governor. Article 142 Clause (g) has been amended to restrain or restrict the powers of the Majlis-e- Shoora Parliament of making laws falling within the ambit of the Provinces. Article 147, entrustment of functions آپ کو یاد ہوگا کہ Article 147 provides that certain functions the Provincial Government can on their own ask the Federal Government or its officers to take order to themselves. یہ ایک بہت ہی misused provision ماضی میں رہی جس سے صوبے، خاص طور پر چھوٹے صوبے اس کے حق میں نہیں تھے۔ لہذا اب ہم نے 147 کے اندر provide کیا ہے کہ صوبائی حکومت اگر کوئی functions دیتی ہے Federal Government کو تو

ان rectification functions کی صوبائی اسمبلی سے within 60 days permission لینی پڑے گی۔

جناب چیئرمین! جو سب سے اہم بات ہے وہ amendment in Article 153 and Article 154 ہے۔ Article 153 and 154 میں جو ہم نے amendments کی ہیں اس کے ذریعے سے جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ ہماری کوشش ہے کہ ایک collective بات سامنے آئے، خاص طور پر اب جب یہ concurrent list ختم ہو گئی ہے اور اسی طرح ہم نے Federal Legislative List Part I سے کچھ subjects provinces کو دے دیئے ہیں اور کچھ subjects کو ہم نے Federal Legislative List Part II میں دے دیا ہے، یعنی Federal Legislative List Part II, as you know, is governed by the CCI. کیونکہ CCI کے concept کو، collective leadership کے concept کو، collective management of resources کے concept کو آگے بڑھانا تھا۔ لہٰذا ابھی یہ ہے کہ Prime Minister may be the Chairman or he may nominate someone. لیکن اس کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس کی افادیت کو بڑھانے کے لیے یہ propose کیا گیا ہے کہ

the Prime Minister shall be the Chairman of the Council of Common Interests. The Chief Ministers of the Provinces shall be its members and three members from the Federal Government to be nominated by the Prime Minister from time to time. Then, Mr. Chairman, we have provided that the Council of Common Interests shall be constituted within 30 days of the Prime Minister taking oath.

یعنی جیسے یہ معاملہ پڑا رہتا تھا اور Council of Common Interests constitute ہی نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا ہم نے اس کو mandatory کر دیا ہے یا propose کیا ہے کہ Prime Minister کے oath لینے سے 30 دنوں میں یہ constitute ہو اور کیونکہ اب اس کا دائرہ کار بڑھ گیا ہے، Federal Legislative List Part II میں پہلے 06 subjects تھے، وہ اب بڑھ گئے ہیں لہٰذا یہ محسوس ہوا کہ اس collective leadership or collective ownership کو آگے بڑھانے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ CCI کا اپنا ایک Secretariat ہو اور وہ Secretariat ان کے decisions کو، ان کی policy guidelines کو اور ان کی تمام چیزوں کو follow up کرے

اور take up کرے تا کہ یہ ایک ایسا ادارہ نہ ہو جہاں you just meet and talk about the weather and then get up. ہم نے پھر یہ بھی provide کیا ہے کہ اگر کوئی صوبہ یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی urgent مسئلہ موجود ہے تو وہ Prime Minister سے request کر سکتا ہے کہ اس مسئلے کو فوراً take up کیا جائے۔ ہم نے یہ بھی کہا ہے کہ once in 90 days minimum, the Council shall meet. یہ نہیں ہے کہ Council کی meeting سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہو،

so we have provided that it should meet once in 90 days.

Then, Mr. Chairman, we move on to Article 155. In Article 155, there is an amendment that is being proposed and that amendment is to the effect that we have added the word "reservoir" to the natural sources of supply. This is in relation to water. So, there is now "the natural source of supply of water" and now "reservoir" has also been added.

Then, Mr. Chairman, we move on to Article 156. There is an amendment to Article 156 which is the National Economic Council. National Economic Council

میں بھی اس وقت صورتحال یہ ہے کہ وہاں پر Federal Government کی total dominance ہے، صوبوں کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے 156 میں یہ تجویز دی ہے کہ Prime Minister اس Council کو head کریں۔ Chief Ministers and one member from each Province to be nominated by the Chief Minister shall now be a member of the National Economic Council and there would be four other members as the Prime Minister may nominate from time to time. تو اس میں بھی ہم نے شراکت ڈالی ہے اور پھر ہم نے یہ بھی suggest کیا ہے through amendment in Clause (2) کہ وہاں پر یہ بھی ڈالا جائے کیونکہ جیسے آپ کو علم ہے کہ National Economic Council کا کام ملک کی economic development کو دیکھنا اور پھر اس پر تجاویز دینا ہے۔ ہم نے یہ تجویز دی ہے کہ وہاں پر ان criteria کا خیال رکھا جائے amongst other factors, ensure balanced development and regional

equity and shall also be guided by the principles of policy set out in Chapter 2 of Part-II. اس میں ہم نے ایک اور بات بھی کی ہے کہ Clause (5) میں ہم نے کہا ہے کہ "The Council shall be responsible to the *Majlis-e-Shoora*" اور میں پہلے آپ کے سامنے عرض کرچکا ہوں کہ اس کی reports دونوں Houses کے سامنے آئیں گی۔

Then, Mr. Chairman, we move on to Article 157. Article 157 deals with electricity and it is being proposed that after Clause (1) there should be a proviso; "Provided that the Federal Government shall prior to taking a decision to construct or cause to be constructed, hydroelectric power stations in any Province, shall consult the Provincial Government concerned."

اب یہ پہلے نہیں ہوتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک quantum leap forward ہے کہ وفاقی حکومت کو اب صوبائی حکومتوں کے ساتھ مشاورت کرنی پڑے گی۔ ان کا point of view لینا پڑے گا۔ اس کے ساتھ ایک نئی Clause (3) ہم نے propose کی ہے اور وہ ہے کہ

"In case of any dispute between the Federal Government and a Provincial Government in respect of any matter under this Article, any of the said Governments may move the Council of Common Interests for resolution of the dispute."

Then, Mr. Chairman, we move on to Article 160 of the Constitution.

اور میں سمجھتا ہوں کہ Article 160 بھی Provincial autonomy کے لحاظ سے ایک major step forward ہے۔ اس میں ہم نے یہ provide کیا ہے کہ "The share of the Provinces in each Award of the National Finance Commission shall not be less than the share given to the Provinces in the previous Award." یعنی جو پچھلے Award میں تھا، اس سے آپ آگے بڑھ سکتے ہیں، اس سے پیچھے آپ نہیں آ سکتے اور آپ نے دیکھا کہ جنرل مشرف کے دور میں ایسا ہوا کہ ایک quantum leap backward ہوئی تھی اور صوبوں کا share کم کر دیا گیا تھا۔ پھر ہم نے یہ بھی provide کیا ہے کہ Federal

Minister اور Provincial Finance Ministers اس کی implementation کریں گے، implementation کو دیکھیں اور ایک report مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے سامنے اور صوبائی اسمبلیوں کے سامنے رکھیں گے۔

Then, Mr. Chairman, we move on to Article 161. This is again,

جو بات کی جاتی ہے سائل و وسائل کی، اس پر صوبوں کی ownership کی جو بات کی جاتی ہے، sharing of the natural resources کی بات کی جاتی ہے۔ لہٰذا 161 میں we have proposed a new paragraph (b) which reads:

"the net proceeds of the Federal duty of excise on oil levied at well−head and collected by the Federal Government, shall not form part of the Federal Consolidated Fund and shall be paid to the Province in which the well−head of oil is situated." So, I think this is also a major step further.

Then, Mr. Chairman, there is an amendment in Article 167. میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گا کہ Article 167 کی amendment ایک اور major step forward ہے۔ اس میں ہم نے یہ provide کیا ہے کہ صوبے اپنے Provincial Consolidated Fund پر loans, domestic and international raise کرسکتے ہیں subject to the limitations that are placed by the National Economic Council.

So, we have provided that the provinces can now raise their loans but subject to the limitations that the NEC places. So, here again, you see a harmonious intermixing of a participatory federalism where the provinces are entitled but they have to keep in mind the overall economic position of the country and that would be to the National Economic Council, you would see, Mr. Chairman, that how we have tried to intertwine everything. The National Economic Council has been reconstituted, provinces are members of that. So, it cannot be said that the National Economic Council is

just representative of the Federal Government and therefore, would unduly stop the Provinces from output, undue restrictions on the Provinces for raising loans. They are represented by their Chief Ministers and an additional member. So, I think, the amendment to 167 is a substantive step further.

Mr. Chairman, I would like to take you to Article 172. There is a major amendment in Article 172 of the Constitution, right now Article 172 of the Constitution as it stands, now I will go to straight to clause 2, because clause 2 is the relative clause and that says that "all lands, minerals and other things of value within the continental shelf or underlying the Ocean within the territorial waters of Pakistan shall vest in the Federal Government" that means right now the entire control over this is of the Federal Government

اور یہ جو بات تھی کہ تمام چیزیں اس وقت وفاق کے قبضے میں ہیں یہ ایک بہت بڑا irritant تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جتنی Political Leadership تھی یہ ان کی sagacity کی وجہ سے، ان کی دور اندیشی کی وجہ سے، ان کی accommodation کی وجہ سے ایک major leap forward دیا گیا ہے۔ صوبائی خود مختاری کے مسئلے پر جو amendment propose کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ

In clause (2) for the word "within" occurring for the second time, the word "beyond" shall be substituted. So, this is the first. Then this is with respect to territorial water. Then we move on Mr. Chairman that after clause (2) we have provided that we have proposed that a new clause be added and that is clause 3 and I think this is one of the crunch point

جو ایک کلیدی چیز ہے صوبائی خود مختاری کی وہ یہ ہے کہ

"Subject to the existing commitments and obligations, mineral, oil and natural gas within the Province or the territorial waters adjacent thereto shall vest jointly and equally in that Province and the Federal Government."

(Thumping of desk)

Senator Mian Raza Rabbani: So, for the first time, it has been recognized and a constitutional guarantee has been given to the Provinces that they are equal partners with the Federal Government in these resources which I think is a major and a joint step forward as far as

جو لوگ وسائل کی بات کرتے ہیں ان کے لیے یہ ایک بڑا major step forward
ہے۔ پھر جناب چیئرمین! میں very quickly moving on we come to the
emergency provision Article 232 جیسے میں نے کہا کہ اس میں پہلے تو ہم نے یہ
provide کیا ہے کہ Article 232 کے تحت emergency لگتی ہے تو پھر اس صوبے کی جو
اسمبلی ہے وہ ایک resolution پاس کرے کہ صوبے کے حالات خراب ہو چکے ہیں لہذا صوبے کے
اندر emergency نافذ کی جائے۔ اگر وہ نہیں ہوتا اور, President acts on his own پھر
جو provision میں پہلے آپ کو explain کر چکا ہوں کہ President Proclamation کو دونوں
Houses کے سامنے دس دنوں کے اندر رکھیں گے for its approval or disapproval اسی
طرح Article 233 کو جب میں سینیٹ میں explain کر رہا تھا جو suspension of
fundamental rights during emergency ہے وہاں پر بھی Senate کو empower
کر کے چاروں federating units کو empower کیا گیا ہے۔ Article 234 imposition of
emergency on failure of the constitutional machinery in a Province
اس میں Para 1, clause (1) میں جو لفظ "otherwise" تھا وہ ہم نے delete کر دیا ہے
اور یہاں پر ہم لے کر آئے ہیں "Each House separately" پھر جناب چیئرمین! very
quickly جو Election Commission تھا اس کے طریقہ کار پر میں ابھی آپ کے سامنے بہت جلدی
کے ساتھ عرض کروں گا لیکن میں یہاں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک permanent Election
Commission بنایا گیا ہے اور اس permanent Election Commission کے اندر ہر
صوبے سے ایک retired judge appointment ہوگا as a member of the
Election Commission تاکہ صوبوں کی بھی نمائندگی وہاں موجود ہو۔ اسی طرح جناب چیئرمین!
amendment of the fourth schedule ہوا ہے۔ جیسے میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ fourth

schedule کے (1) part کے اندر کچھ پراپرٹی کے جو taxes تھے ان کو (1) part سے نکال کر صوبوں کو دے دیا گیا ہے اور اس میں سے کچھ subjects ہیں جیسے ports ہیں، ان subjects کو Federal legislative list part (1) سے نکال کر Federal legislative list part (2) میں provide کر دیا گیا ہے۔ while we are on the subject of list میں یہاں پر یہ بات بھی clear کرنا چاہتا ہوں کہ وہ حلقے جو devolution کے خلاف ہیں جو سمجھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ اگر آپ نے devolution کی تو ایک mayhem، اور chaos آجائے گا مختلف قوانین آجائیں گے، کیا ہوگا اور کیا نہیں ہوگا۔ میں یہاں پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے criminal procedure or evidence کا جہاں تک تعلق ہے اس کو ہم نے 142 کے اندر amendment کرکے دونوں، صوبہ اور وفاقی حکومت کو powers دی ہیں کہ وہ اس پر legislate کر سکتا ہے۔ پھر جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا کہ Article 144 کے تحت یہ provision تھی کہ اگر دو صوبائی اسمبلیاں یہ resolutions پاس کر دیں کہ مجلس شوریٰ یا پارلیمنٹ قانون سازی ان کے کسی مسئلے پر کرے تو پھر پارلیمنٹ قانون سازی کر سکتی تھی۔ لہذا اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ concurrent list صوبوں کو جا رہی ہے کچھ صوبوں کی شاید کوئی اپنی idiosyncrasy ہوں لہذا Article 144 کے اندر ہم نے یہ ترمیم کی کہ دو صوبائی اسمبلیوں کی جگہ ہم نے ایک صوبائی اسمبلی کر دیا ہے کہ اگر ایک بھی صوبائی اسمبلی resolution پاس کرکے وفاق کو کہے کہ وہ ہمارے لیے قانون سازی کرے تو وہ ہو سکتا ہے۔ جیسے میں نے کہا کہ ہم نے (2) part کے اندر کچھ subjects کو transfer کیا اور یہاں پر ہم نے یہ بھی تجویز دی ہے کہ sixth schedule میں وہ قوانین تھے جن کی ترمیم کے لیے صدر کی prior اجازت کی ضرورت تھی لیکن ہم یہ سمجھتے تھے اور تمام democratic forces کی یہ جدوجہد رہی تھی کہ پارلیمان پر قدغن نہیں ہونی چاہیے۔ لہذا کمیٹی نے یہ بھی تجویز کی ہے کہ sixth schedule omit کر دیا جائے۔ اس کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے تاکہ پارلیمان پر کسی قسم کی قدغن نہ ہو۔ اسی طرح جناب چیئرمین! 7th Schedule تھا۔ 7th Schedule میں وہ قوانین شامل کیے گئے تھے اور اس میں یہ بات کہی گئی تھی کہ ان قوانین میں ترمیم کرنے کے لیے آپ کو دو تہائی اکثریت چاہیے یعنی وہی طریقہ کار، جو آئین میں موجود تھا، اسے سامنے رکھتے ہوئے آپ کو amendment کرنا تھی، لہذا کمیٹی نے یہ تجویز کیا ہے کہ 7th Schedule کو بھی ختم کیا جائے۔ اس

کے ساتھ ساتھ جناب چیئرمین! Very quickly, I will now take you آئین میں تجویز یہ کیا گیا ہے کہ -----

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: مناسب یہ ہوگا کہ یہ اسے کل مکمل کر لیں۔

جناب چیئرمین: اگر آپ wind up کر رہے ہیں تو کر لیں۔ کتنا ٹائم آپ اور لیں گے؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ایک گھنٹہ انہیں مزید لگے گا۔

Senator Mian Raza Rabbani: I will take 15 to 20 minutes.

جناب چیئرمین: اگر 15 minutes ہیں تو کر لینے دیجیے۔ اس طرح میاں صاحب کا سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ میاں صاحب! اگر 15 minutes آپ کے ہیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: یہ بہت اہم presentation ہے----

جناب چیئرمین: مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ میاں صاحب پر depend کرتا ہے۔ نو بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ 9.30 تک wind up کر لیں گے تو ٹھیک ہے، ورنہ ہم adjourn کر دیتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میاں صاحب پر depend کرتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے ایک point raise کیا ہے----

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: It is in the interest of presentation اس لیے کہ اسے مختصر کرنے میں جو contribution ہے amendments کا، وہ پورے ہاؤس کا ہے۔

جناب چیئرمین: اسے کل تک کے لیے adjourn کر دیتے ہیں۔ جیسے آپ مناسب سمجھیں۔

Senator Mian Raza Rabbani: I don’t mind sir.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔

The House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 13th April, 2010 at 10 a.m. in the morning.

––––––––––––––––––––

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 13th April, 2010 at 10 a.m.]

––––––––––––––––––––